مجید امجدکی شاعری کے عروضی تناقضات

محمد عارف [1]، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد **

Abstract:

"Majeed Amjad while doing his creative experiments in the traditional structures of poem, tried to give a new face to the Urdu poem. While using metres (Bahur) he followed Hindi and Punjabi patterns. His poetic temperament is similar to Behr-e-Mutaqarib. He used Maqtu syllables of Mutadarik along with Mutaqarib in an innovative style. He used the metres with a special technique. His last poems are in these metres and their dissection is possible along with different and diverse Zahafaat (A term of Ilm-e-Uruz). He combined the Behr-e-Mutaqarib Aslum, Ashram, and Maqbooz Aslum. At times, he used the Syllable of Behr-e-Mutadarik i.e. Fa-e-lun. Because of these techniques, all of his controversial poems can be factorized. His innovative sense of taste liked the experiments. As he was, actually in search of a new poetic rhythm that is why he broke down the Prosodic restrictions. Majeed Amjad tried to slow down the pace of this metre consciously as he wanted to focus on the theme. In blank verse, he courageously tried to join the Zahafaat of the closest meters in order to create a new meter. These two meters are closest to each other because Abul Hasan Akhfush created Behr-e-Mutaqarib out of Behr-e-Mutadarik. Because of the usage of Zahafaati faces of the meter, he seems to breathe freely in the poems of his latest period and appears to be heading towards more freedom. The existence of musicality in his inner being and his understanding of the syllables of meters made him use the syllable of Fa-e-lun along with Fe-lun. In his poems, Majeed Amjad using freely the Zahafaat of two meters i.e. Behr-e-Mutaqarib created out of Behr-e-Mutadarik, and by remaining close to the prevailing structure of Prosody tried to experiment with new system of Prosody by using Zahafaat under his self-created rules, thus paving the way for a new meter for his poems."

مجید امجد نے پرانے سانچوں اور شکلوں میں تخلیقی تجربات کے بعد نظم کی نئی شکلوں میں طبع آزمائی کی۔انھوں نے بحروں کے برتاؤ میں ہندی اور پنجابی کا تتبع کیا ہے۔ ان کا شعری مزاج بحر متقارب سے ہم آہنگ ہے۔انھون نے منفرد انداز سے متقارب کے ساتھ متدارک کے مقطوع ارکان کا استعمال کیا ہے ۔انھوں نے اس بحر کو خاص رعایتوں سے استعمال کیا۔ان کی آخری نظمیں اسی بحر میں ہیں اور اسی بحر میں ان کی تقطیع مختلف اور متنوع زحافات کے ساتھ ممکن ہے۔انھوں نے بحرِ متقارب اثلم، اشرم اور مقبوض اثلم کو جمع کیا ہے۔اور بعض جگہ بحرِ متدارک کا رکن فاعلن بھی استعمال کیا

[1] پی ایچ ڈی اردواسکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو ،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ہے ۔ان رعایتوں کے لحاظ سے ان کی ان سب متنازعہ نظموں کی تقطیع ممکن ہے ۔ ان کے اجتہادی رویے نے ان تجربات کو روا رکھا وہ دراصل ایک شعری آہنگ کی تلاش میں تھے جس کی خاطر انھوں نے عروضی پابندیوں کوتوڑا ۔مجید امجد نے اس بحر کی رفتار کو سست بنانے کی شعوری کوشش کی ہے کیونکہ وہ مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں ۔مجید امجد نے آزاد نظموں میں ایک دوسرے کے انتہائی قریب کی دو بحروں کے زحافات کو ملانے کی ہمت دکھائی تاکہ ایک نیا آہنگ پیدا کیا جاسکے یہ دونوں بحریں انتہائی قریب کی اس لیے ہیں کہ بحرِ متقارب ہی سے ابوالحسن اخفش نے بحر متدارک نکالی تھی ۔ بحر کی زحافاتی شکلوں کے استعمال کی بدولت وہ اپنی آخری دور کی نظموں میں آزادانہ طور پر سانس لیتے نظر آتے ہیں اور مزید آزادیوں کی طرف پیش قدمی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مقصد میں آسانی کا سبب ان کے باطن میں موجود موسیقیت اور اوزان کے ارکان کی تفہیم یا سمجھ بوجھ تھی جس کی بدولت انھوں نے فعلن فعلن کے ساتھ فاعلن کے رکن کوبھی برتا ہے انھوں نے اپنی نظموں میں دو بحروں، متقارب اور اس سے نکلی ہوئی بحر متدارک کے زحافات کے آزادانہ ملاپ کے وسیلے سے مروج عروضی سانچے کے قریب رہتے ہوئے اسے توڑ کرایک نئے عروضی پیمانے کو آزمانے کی کوشش کی اور زحافات اپنے وضع کردہ اصول کے تحت استعمال کرکے اپنی نظموں کے لیے ایک نئے آہنگ کو استوار کیا ۔

مجید امجدکی زیادہ تر آزاد نظمیں شعری مجموعہ ''شبِ رفتہ کے بعد'' میں شامل ہیں۔ انھوں نے غزل نما نظمیں بھی لکھی ہیں جیسے بیساکھ، مسافر، سازِ فقیرانہ، حسین، وامانده، یہ قصہ حاصلِ جاں ہے، حضرت زینب وغیرہ۔ان کی کچھ نظمیں مثنوی کی ہیئت میں ہیں جیسی موجِ تبسم، محبوب ِخدا سے، گاؤں، حسن، جھنگ، یہی دنیا؟، کون؟، ریل کا سفر، یہ سچ ہے، انقلاب، گر اس جہاں میں جینا ہے، گھٹا سے، خدا، گلی کا چراغ، پژ مردہ پتیاں، ملاقات اور دستک وغیرہ۔ان کی چند نظمیں مثلث کی ہیئت میں بھی جیسے شاعر، زندانی، ایک خیال، بھکارن، ریوڑ، ہڑپے کا ایک کتبہ وغیرہ۔مربع یا چہار مصرعی قطعات، مخمس، مسبع، مثمن اور طویل قطعات کی صورت میں بھی نظمیں تخلیق کی ہیں۔ دو اور دو سے زیادہ ہیئتوں کے امتزاج پر مشتمل نظمیں بھی ہیں۔انھوں نے معری، نیم معری، نیم آزاد اور آزاد نظمیں بھی بہت سی لکھی ہیں۔پرانے سانچوں اور شکلوں میں تخلیقی تجربات کے بعد انھوں نے نظم کی نئی شکلوں میں بحروں کے برتاؤ میں ہندی اور پنجابی کا تتبع کیا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد امین نے لکھا ہے کہ:

> "مجید امجد کا شعری مزاج بحر متقارب سے ہم آہنگ ہے انھوں نے جس انداز سے اس بحر کو برتاہے وہ انہی کا حصہ ہے اس سلسلے میں انھوں نے ہندی اور پنجابی کا تتبع کیا ہے۔ان کی آخری نظمیں اسی بحر میں ہیں اور اسی بحر میں ان کی تقطیع مختلف اور متنوع زحافات کے ساتھ ممکن ہے۔ -----مجیدامجد نے بحرِ متقارب اثلم، اثرم اور مقبوض اثلم کو جمع کیا ہے۔اور بعض جگہ بحرِ متدارک کا رکن فاعلن بھی استعمال کیا ہے ۔ان رعایتوں کے لحاظ سے ان کی ان سب نظموں کی تقطیع ممکن ہے جن کی بحر متنازعہ فیہ ہے۔"(۱)

اس حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے آئیے پہلے مذکورہ بالا بحروں کے اوزان کا مطالعہ کرتے ہیں:

بحرِ متقارب اثلم:فعلن فعولن

بحرِ متقارب اثرم:فعل فعولن

بحرِ متقارب مقبوض اثلم:فعول فعلن

مذکورہ بالا اقتباس میں بحور کے ارکان کی جن اشکال کا ذکر کیا گیا ہے انھیں مجید امجد کی متعدد نظموں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ان کی ایک نظم " سوکھا تنہا پتا" کی چند لائینوں کے اوزان اس ضمن میں دیکھے جا سکتے ہیں:

(نظم سوکھا تنہا پتا،ص ۱٦ ،کلیاتِ مجید امجد)

کاش مری یہ قسمت ہوتی، کاش میں وہ اک پتا ہوتا   فاع فعولن فعلن فعلن فاع فعولن فعلن فعلن

ٹوٹ کے جھٹ اس ٹہنی سے گر پڑتا، کتنا اچھا ہوتا   فاع فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

گر پڑتا، اس بیری والے گھر کے آنگن میں گر پڑتا   فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

درج بالا نظم مجید امجد کی معرا نظم کا ایک ٹکڑا ہے ،اس کے اوزان کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے فاع، فعولن،اور فعلن کے ارکان کا مشترکہ استعمال کیا ہے۔پہلے اور دوسرے مصرع میں تینوں ارکان استعمال کیے گئے ہیں جبکہ تیسرے مصرع میں صرف فعلن کا رکن آٹھ بار استعمال کیا گیا ہے۔

پروفیسر محمد امین نے اسلوب اور لہجے کی تشکیل میں بحور اور اوزان کی اہمیت کا ذکر درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

''ہرشاعر کا اپنا اسلوب ولہجہ ہوتا ہے اس اسلوب و لہجے کی تشکیل اور پہچان میں بحور اور ااوزان اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ بحر اور اوزان اسلوب و لہجے کا وہ حصہ ہیں جسے اسلوب و لہجے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مجید امجد کا اسلوب منفرد ہے اور لہجہ بھی۔ شب رفتہ میں مجید امجد نے سب سے زیادہ جو بحر استعمال کی ہے وہ بحر متقارب ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امجد کا مزاج اس بحر سے زیادہ قریب ہیاور ان کی طبیعت کا آہنگ اس بحر کے آہنگ سے ہم آہنگ ہے۔''(۲)

پروفیسر محمد امین نے شب رفتہ کی چوبیس اور شب رفتہ کے بعد کی نواسی نظموں کی بمع عنوانات نشاندہی کی ہے کہ یہ سب نظمیں بحرمتقارب میں ہیں مزید برآں آخری دورِ شاعری کی وہ نظمیں جو بغیر عنوانات کے ہیں وہ بھی اسی بحر میں ہیں گویا یہ مجید امجد کی مرغوب ترین بحر ہے ۔یہ بحر فارسی اور اردو شاعری میں بکثرت مستعمل رہی ہے یہ بحر بقول پروفیسر محمد امین ہندی میں بھی بہت مقبول ہے۔ ہندی میں اسے بھجنگ پریا ت کہتے ہیں مجیدامجد کے اسلوب میں نہ فارسی غالب ہے نہ ہندی بلکہ ان دونوں کا حسین امتزاج ملتا ہے ایسے اسلوب کے لییاس بحر سے بہتر اور کوئی بحر نہیں چناچہ مجید امجد کا اورعروضی آہنگ بحر متقارب سے متشکل ہے اور اسی بحر میں اظہار پاتا ہے انھیں اس بحر کے استعمال میں بڑی مہارت حاصل ہے۔ امجد نے اس بحر کو خاص رعایتوں سے استعمال کیا۔ پروفیسر محمد امین کے کہنے کے مطابق بحرمتقارب کی کم و بیش سات اشکال ہیں مجید امجد ان ساتوں اشکال کے اجتماع کو جائز سمجھتے ہیں جن اساتذہ نے اس بحر کو استعمال کیا ہے انھوں نے بھی مختلف زحافات کے استعمال کو جائز رکھا ہے اس بحر کی مختلف اشکال اپنے مزاج اور آہنگ کے اعتبار سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں مجید امجد نے جس انداز سے بحرکو برتا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

''مرزا یاس عظیم آبادی نے "چراغِ سخن "میں اس بحر کے آٹھ فروع بتائے ہیں ۔ تاہم اس کے اوزان مستعملہ کی تعداد بارہ بتائی لیکن اس بحر کے زحافات سمیت آٹھ شکلیں زیادہ معروف رہی ہیں۔ مجید امجد نے اس بحر کو اس کے تمام زحافات سمیت اختیار کیا ہے لیکن وہ ۶۱ کے آس پاس جس اسلوب اور آہنگ کو اپنی آزاد نظموں کی تخلیق کے سلسلہ میں معاون سمجھتے ہیں وہ دیگر آزاد نظوں کے شعرا سے بالکل مختلف واقع ہوا ہے بلکہ اپنے آخری دور ِشاعری میں انھوں نے بحرِ متقارب کو جس طرح سے برتاہے وہ فارسی اور اردو کی معروف شکلوں سے ہٹ کر ہے جس کے نتیجے میں بہت سے مباحث نے جنم لیا ہے اور ان نظموں کی فنی اور جمالیاتی قدر و قیمت کے حوالے سے بہت سے سوالات اٹھائے گئے ہیں ۔''(۳)

مجیدامجد اردو کے عروضی نظام سے پوری طرح مطمئن نہ تھے اگرچہ ان کی شاعری کا فنی سفر روایتی بحور یا اوز ان سے شروع ہوا مگر بعد میں وہ نئے تجربات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور

اس شعری آہنگ کو تلاش کرنے کی سعی کرتے ہیں جو جدید عہد کی شاعرانہ حیثیت کے لیے مناسب ترین ہو سکتا ہے۔ انھوں نے بعض بحروں کو جزوی تبدیلی کے ساتھ استعمال کیا مگر ان کا اصلی فنی کارنامہ ان کے آخری دور(۱۹۶۸ سے۱۹۷۴ تک)کی نظمیں ہیں جس میں وہ ایک ہی بحر کے مختلف زحافات کو انفرادی یا اجتماعی شکل میں استعمال کرتے ہیں یہ بحر آخری دور میں ان کا اوڑھنا بچھونا رہی آخری دور میں جو تجربات انھوں نے بحرمتقارب کی ذیل میں کیے ہیں اگر انھیں روایتی عروضی پیمانوں پر پرکھا جائے تو وہ جائز تصور نہیں ہوتے مگر مجید امجد کے اجتہادی رویے نے ان تجربات کو روا رکھا اور آخری دور کی نظموں کے مطالعہ کے بعد اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دراصل ایک شعری آہنگ کی تلاش میں تھے جس کی خاطر انھوں نے عروضی پابندیوں کوتوڑا ۔ مجید امجد نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے:

''میرا موقف یہ ہے کہ فعلن فعلن میں سب ارکان خواہ وہ فعل فعولن ہوں یا فعل فعولن ہوں یا فعلن فعِلن سب مساوی ہیں۔ہر شکل باطنی طور پر فعلن فعلن ہی ہے۔ورنہ کوئی اور سبیل حسبِ ذیل ٹکڑوں کی نہیں۔جن کی ہیئت صدیوں سے مروج ہے۔اور جو ہندی اوزان سے حاصل کی گئی ہے۔اسی طرح اس بحر میں فعلن کی بجائے اگر کہیں فاعلن بھی(بطریق دوہا) لگا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اس بحر کی جڑیں ہندوستان(یو پی،پنجاب ، دکن اور شاید بنگال) کی قدیم ترین شعریات میں ملتی ہیں۔یہ ایک عجیب آہنگ ہے۔کلاسیکی موسیقی کے راگوں کی سب استھائیاں(ان کے بول) اس بحر میں ہیں۔''(۴)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مجید امجد فعلن فعلن کے ارکان کیساتھ فاع ، فعولن، فاعلن، فعل اور فعلن سب کا استعمال جائز اور درست سمجھتے تھے۔ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان ارکان کا یکجا پہلی مرتبہ استعمال نہیں کیا جا رہا بلکہ اس بحر کی جڑیں ہندوستان(یو پی،پنجاب ، دکن اور شاید بنگال) کی قدیم ترین شعریات میں ملتی ہیں۔ نیزکلاسیکی موسیقی کے راگوں کی سب استھائیاں(ان کے بول) اس بحر میں ہیں۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

''یہ ساری نظمیں متقارب کے چند زحافات کی مدد سے لکھی گئی ہیں بنیادی طور پر یہ سنسکرت بحر ہے جسے ہندی والوں نے اپنایا ہے پوری سنسکرت اور ہندی شاعری اس بحر میں تخلیق کی گئی ہے۔''(۵)

اس بیان کے حوالے سے ڈاکٹر نوازش علی کا خیال ہے کہ:

''ڈاکٹر خواجہ محمد ذکربہ ظاہر دو متضاد باتیں کہہ رہے ہیں ایک طرف وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ساری متقارب کے چند زحافات کی مدد سے لکھی گئی ہیں ۔بحر متقارب خالصتا فارسی کی بحر ہے جسے اردو والوں نے بھی اختیار کیا ہے ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سنسکرت بحرہے جسی ہندی والوں نے اپنایا ہے ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا ایک خاص وجہ سے اسے سنسکرت بحر قرار دے رہے ہیں۔ پہلے بحر متقارب اور اس کے ساتھ ہی بحرِ متدارک کی بنیادوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو بہتر ہوگا۔''(۶)

ڈاکٹرمحمد اسلم ضیا نے ان بحروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''دائرہ متفق: خلیل نے اس دائرہ سے ایک ہی بحر نکالی تھی جس کا نام بحر متقارب ہے۔ وزن اس کا فعولن فعولن فعولن فعولن دو مرتبہ ہے۔ خلیل کے بعداخفش نے اس سے ایک اور بحرنکالی جس کا نام متدارک رکھا اور وزن اس کا فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دو مرتبہ ہے اس دائرہ کو دائرہ متفق اس لیے کہتے ہیں کے اس کے اجزا باہم متفق ہیں ۔فاعلن، فعولن ہی سے نکلتا ہے سبب خفیف کو پہلے لائیں اور وتد مجموع کو بعد میں لائیں تو لن فعو بروزن فاعلن حاصل ہوا ۔''(۷)

مرز ایاس عظیم آبادی نے" چراغِ سخن" میں لکھا ہے کہ:

''خلیل ابن احمد نے ارکان عَشرہ کی باہمی ترکیب و تکرار سے مندرجہ ذیل پندرہ بحریں ایجاد کی ہیں۔۔۔ (۱۵)متقارب___ اس کے بعد سولہویں بحر متدارک ابوالحسن اخفش نے نکالی۔''(۸)

ان اقتباسات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ فاعلن بحر متدارک کا رکن ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ دونوں فارسی کی بحریں ہیں جسے اردو والوں نے بھی اپنایا ہے مزید برآں ان دونوں بحروں کے اجزا با ہم متفق ہیں مجید امجد کی آزاد نظموں میں برتی گئی بحر کے حوالے سے ان کے اپنے خیالات پر بھی ایک نظر ڈالی جائے ۔انھوں نے مختلف مقامات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہےڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا ہے:

''جن بحروں میں، میں پہلے لکھتا تھا وہ بہت معروف ہیں پڑھنے والا انھیں روانی سے پڑھ سکتا ہے میری نظم کا روانی سے تاثر کم ہوجاتا ہے ان نظموں کے مضمون کا تقاضا ہے کہ پڑھنے والا رک کر پڑھے گا تو میری نظم کوEnjoy کر سکے گا اور اگر رواں پڑھے گا تو وہ اسے Missکرے گا جس پر میںInsist کرتا ہوں مثلا " کب کے مٹی کی نیندوں میں بھی سو چکے وہ،_ میری نیندونں میں اب جاگنے والے،" اس قسم کی لائن کو جب تک پڑھنے والا فعلن فعلن پر رک کر نہیں پڑھے گا اسپیالکل نثر نظر آئے گی اور وہ نثر کے ذریعے بھی پڑھ سکتا ہے اور جب وہ نثر کے ذریعے پڑھیگا تو رک کر پڑھے گا اور وزن کے بہاو میں نہیں بہہ جائیگا۔ اس قسم کی نظمیں میں نے ۱۹۷۰۔۱۹۷۱ میں کہی ہیں۔''(۹)

مجیدد امجد کے اس بیان کی وضاحت ڈاکٹر نوازش علی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

''مجید امجد نے ان نظموں کے حوالے سے فعلن فعلن، بہ سکون عین کی بات کی ہے۔ یہ بحر متقارب کا ایک وزن ہے لیکن ان شعری سطروں کے علاوہ فعلن کے علاوہ بحر متقارب ہی کا ایک اور وزن متقارب اثلم مقبوض فعل فعولن بھی برتا گیا ہے۔ فعلن فعلن کی جگہ فعل(بہ سکون عین)، فعولن بھی آ سکتا ہے۔ ان دونوں سطروں کی تقطیع دیکھئے:

کب کے/ مٹی / کی نیں/ دوں میں/سو بھی چکے وہ/
فعلن/ فعلن/ فعلن/ فعلن/ فعل فعولن/
میری/ نیندوں/ میں اب /جاگنے والے/
فعلن /فعلن/ فعلن /فعل فعولن/

اس نظم کی چند ایک دوسری سطروں کی بھی تقطیع دیکھئے:

ابھی ابھی تو /میری/ دنیا / سوئی ہوئی تھی
فعول فعلن/ فعلن/ فعلن /فعول فعلن
ابھی ابھی ان/ کے مٹ/ یالے ابد کی/ ایک ذرا سی/ ڈلی گھلی تھی/
فعول فعلن /فعلن /فعل فعولن /فعل فعولن/ فعول فعلن

گویا اس نظم کی متقارب اثلم (فعلن فعلن بہ سکون عین) متقارب اثرم(فعل فعولن) متقارب مقبوض اثلم(فعول فعلن)میں تقطیع ہو سکتی ہے۔ مجید امجد بحر متقارب کی مختلف اشکال یا زحافات (زحاف:وہ طریقہ جس کے ذریعے کسی سالم وزن میں کوئی تبدیلی کر دی جائے) کے اجتماع سے نظم کو تکمیلی صورت دیتے ہیں ان نظموں میں اس بحر کو زحافات سمیت بروئے کار لانا مجید امجد کے موضوعات کی ناگزیز فنی ضرورت ہے۔''(۱۰)

درج بالا اقتباس میں نوازش علی نے کچھ جگہوں پردرست تقطیع نہیں کی،ایسا لگتا ہے انھیں عروض کی سمجھ بوجھ کچھ زیادہ نہیں ۔جیسے" ابھی ابھی تو /میری/ دنیا / سوئی ہوئی تھی فعول فعلن/ فعلن/ فعلن /فعول فعلن۔ اس مصرع میں "سوئی ہوئی" کی تقطیع غلط کی گئی ہے۔اصل میں یہاں "سوئی ہوئی" کا وزن فعل فعولن یا فاع فعولن بنتا ہے۔اسی طرح "ابھی ابھی ان/ کے مٹ/ یالے ابد کی/ ایک ذرا سی/ ڈلی گھلی تھی/" کی تقطیع بھی ان سے نہیں ہو سکی، انھوں نے اس مصرع کا وزن فعول فعلن /فعلن /فعل فعولن /فعل فعولن/ فعول فعلن لکھا ہے جب کہ اس مصرع کی تقطیع کچھ یوں کی جا سکتی ہے:

ابھی ابھی ان/ کے مٹ/ یالے/ابد کی/ ایک ذرا سی/ ڈلی گھلی تھی/
فعول فعلن /فعلن / فعلن/فعولن/فعل فعولن/ فعول فعلن

متقارب مجید امجد کی پسندیدہ بحر ہے،موضوعات و خیالات کی کثرت اور تخلیقی وفور کا

دباوانھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ اس بحر کو اختیار کریں اور اس حوالے سے مجید امجد کا خیال ہے کہ:

''جو نظمیں میں پچھلے چار سال سے کہہ رہا ہوں تقریبا بالکل فری ورس میں ہیں وہ ساری نظمیں ایک ہی بحر میں میں نے کہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں زیادہ سہولت کے ساتھ اس بحر میں کہہ سکتا ہوں اس کی شکل ایسی ہے کہ اس بحر میں فعلن فعلن فعل فعولن فاعلن اور مفاعلاتن)یعنی فعول فعلن ۔ن ع)سارے رکن لگ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود میں نے کوشش کی ہے کہ اگر ایک نظم میں ایک لائن پر زحاف آتا ہے تو ہر لائن زحاف پر ختم ہو۔ کہیں کہیں ایسا نہیں ہوسکا اگر ایک نظم میں ایک لائن سالم رکن پر ختم ہوئی تو تمام لائنوں میں سالم رکن آئے ہیں، سوائے ضرورت کے، یہ میری نظمیں چار سال میں آئی ہیں۔ ان برسوں میں یہ وزن مجھ پر حاوی رہا ہے۔''(۱۱)

نوازش علی کا خیال ہے کہ مجید امجد نے بحر کا نام نہیں بتایا شاید وہ ان تمام ارکان کو ایک ہی بحر کے ارکان قرار دے رہے ہیں فاعلن کے علاوہ جتنے ارکان کا ذکر انھوں نے کیا ہیں وہ تمام بحر متقارب کے فروع ہیں ۔اس کی وضاحت وہ درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''عروضی طور پر صورتحال یہ ہے کہ بحر متقارب سالم فعولن فعولن مزاحف ہوجاتی ہے۔مزاحف ہوکریہ بحرِ متقارب اثرم فعل فعولن بھی ہوجاتی ہے وضاحت کے لیے عرض ہے کہ ثرم فعولن کا زحاف ہے اورخرم اور قبض کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ خرم کے عمل سے ف اور قبض کے عمل سے ن ساقط ہوا اور عول بچا ۔اسے فعل یافاع سے بدل لیا اور یوں فعولن فعولن، فعل فعولن ہوگیا۔ جبکہ ایک اور زحاف متقارب مقبوض اثلم فعو ل فعلن ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ قبض فعولن ا زحاف ہے یہ رکن کے پانچویں حرف ساکن کو گرا دیتا ہے۔ پس فعولن کے پانچویں حرف ن کو گراکر فعول بہ سکون لام بنا دیتا ہے۔ ثلم بھی فعولن کا زحاف ہے عمل اس کا یہ ہے کہہ وتد مجموع کے حرف اول کو ساقط کر دیتا ہے چناچہ فعولن عولن رہ جاتا ہے اسے فعلن سے بدل لیتے ہیں لہذا بحر متقارب فعولن فعولن متقارب مقبوض اثلم کی صورت میں فعول فعلن ہوجاتی ہے۔ فعول فعلن مفاعلاتن کے برابر ہے۔ یہ سبھی بحر متقارب کے وزن ہیں لہذا مجید امجد نے درست کہا ہے کہ اس بحر میں فعلن فعلن، فعل فعولن اور مفاعلاتن سارے رکن لگ سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی انھوں نے ایک اور رکن فاعلن کا ذکر بھی کیا ہے کہ اس بحر میں فاعلن کارکن بھی لگ سکتا ہے مجید امجد ان سب ارکان کو ایک ہی بحر کے رکن قرار دے رہے جبکہ فاعلن بحر متدارک کا سالم رکن ہے البتہ بحر متدارک کا رکن فاعلن متدارک مقطو ع میں فعلن فعلن)بسکون عین(ہوجاتاہے اور)اس کی صورت یہ ہے کہ قطع، فاعلن کا زحاف بھی ہے اس میں آخری وتد مجموع کے حرف آخر کو گرا کر ماقبل کو ساکن کر دیتا ہے گویا یہ فاعلن، فا عل رہا اور اسے فعلن سے بدل لیا گویا فاعلن؛ فعلن ہوگیا(لیکن مجید امجد اپنی نظموں میں فعلن کو اس کی غیر مقطوع شکل فاعلن یا غیر مزاحف صورت میں استعمال کرتے ہیں یعنی وہ فاعلن کی جگہ فعلن نہیں لاتے بلکہ فعلن کی جگہ فاعلن لاتے ہیں ہی جب کہ وہ متقارب کی مزاحف شکلوں کو استعمال کرتے ہیں ۔میرا استدلال یہ ہے کہ ایسی صورت میں بحر متدراک مقطوع، بحر متقارب اثلم کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دونوں بحروں کے زحافات میں فعلن فعلن مشترک ہے۔ اور عروضی نقطہ نظر سے مجید امجد کی بات قابل فہم ہے کہ اس بحر میں یہ سارے رکن یعنی فعلن فعلن فعل فعولن فاعلن اور مفاعلاتن لگتے ہیں بہر حال فاعلن کا اس طرح سے استعمال عروضیوں کے نزدیک درست ہے یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔''(۱۲)

''ڈاکٹر محمد اسلم کا یہ بھی کہنا ہیکہ مجیدامجد فاعلن فعل، فعل فاعن اور فعل فعولن کے ارکان کو بھی استعمال میں لاتے ہیں۔''(۱۳)

فاعلن کی وضاحت ہو چکی ہیں فعل فعولن دراصل فعول فعلن ہی ہے جو کہ متقارب مقبوض اثلم ہے اور فعل متقارب مقصوردیا محذوف کا آخری رکن ہے۔ ان ارکان کے ایک ہی سطر میں بیک وقت استعمال کے زائیدہ آہنگ کو مجید امجد اپنے شعور سے ہم عناں سمجھتے ہیں چنانچہ ان کا کہنا ہے:

''میں اپنی خیال کو غیر شعوری طور پر اس بحر میں کہہ جاتا ہوں ...... یہ آہنگ شعورکے ساتھ

ہم عناں ہو جاتا ہے اور لکھنے والا آسانی سے لکھ لیتا ہے اس کی یہ کیفیت جب سے معلوم ہوئی ہے میں اسی میں کہتا ہوں۔‘‘(۱۴)

میرے خیال میں یہ درست ہے کہ مجید امجد اپنے آخری زمانے کی آزاد نظموں میں بنیادی طور پر آہنگ میں تبدیلی لانا چاہتے تھے۔ آہنگ کی تبدیلی ان کے موضوعات کا لازمہ تھی شعر یا نظم کا موضوع شاعر کے ذہن میں الگ وجود نہیں رکھتا اور نہ ہی بحر الگ وجود رکھتی ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ آہنگ کو بحر سے الگ نہیں کیا جاسکتا موضوع کے اندر ہی اس کا آہنگ بھی لہریں لے رہا ہوتا ہے لیکن مصرعوں کے آہنگ میں بحر ہی کا بہاو نہیں ہوتابلکہ اس میں ایک معنوی بہاو بھی ہوتا ہے اور ساتھ ہی شاعر کی تخلیقی شخصیت کا آہنگ بھی اپنے جلوے بکھیر رہا ہوتا ہے۔ دیکھا جائے تومجید امجد کے ہاں بحر اور اس کے ارکان خیال کی غیرشعوری رو کے ساتھ بہتے چلے جاتے ہیں ۔ان کی تخلیقی شخصیت کے آہنگ میں ان کی ثقافتی وراثت کا آہنگ بھی جھلک جھلک جاتا ہے ،ان کی تخلیق یا دریافت شدہ آہنگ میں جنوبی پنجاب کے درویشانہ اور فقیرانہ آوازیں گتھ متھ کر آہنگ کے بہاو کی نچلی سطحوں میں لہراتیں اور آہنگ کی اوپر والی سطحوں کی جانب لپکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی آزاد نظموں میں آہنگ کی ایک ایسی تازہ اور تابندہ لہر کو باآسانی شناخت اور محسوس کیا جاسکتا ہے جو انھیں دیگر آزاد نظم کے نمائندہ شعرا سے الگ کر دیتی ہے۔

مجید امجد نے ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ:

‘‘مسلمہ اور مروجہ بحروں میں کہوں گا تو وہ اتنی pronounced ہیں کہ میرا ذہن ان کی طرف متوجہ رہے گا ۔‘‘(۱۵)

مجید امجد کے مذکورہ بالا بیان کی تفہیم ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے کہ شاعر منفرد آہنگ میں روایت سے ہٹ کر بات کرنا چاہتے تھے جس کے لیے انھیں مروجہ بحور سے ہٹ کر کوئی منفرد آہنگ چاہیے تھا تاکہ پوری توجہ سے وہ اپنے اندر کی بات نظم کے قالب میں ڈھال سکیں۔ڈاکٹر نوازش علی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں مجید امجد کے مذکورہ بالا جملے کی وضاحت کی ہے:

‘‘گویامجیدامجد یہ کہہ رہے ہیں کہ مروجہ بحروں میں میرا ذہن بحر کی طرف متوجہ رہے گا۔ اس فقرے کا ایک دوسرا رخ بھی ہے کہ قاری بھی بحر کے بہاو میں بہہ جائے گا اور وہ نظموں کے مضمون کی طرف پوری توجہ نہ دے سکے گا۔ انھوں نے اسی انٹرویو میں اس طرف واضح اشارہ بھی کیا ہے کہ میری نظم کا روانی سے تاثر کم ہو جاتا ہے ان نظموں کے مضمون کا تقاضا ہے کہ پڑھنے والا رک رک کر پڑھے مجید امجد نے قاری کی پوری توجہ مضمون کی طرف مبذول کروانے کی خاطر بحر کو جس انداز سے استعمال کیا اس کے نتیجہ میں یہ نظمیں روا ں نہیں رہی ہیں اور بذات خود قرات ایک مشکل مسئلہ بن گئی ہے۔انھوں نے ان نظموں میں یہ تجربہ کیا ہے کہ انھیں تیزی اور روانی سے نہ پڑھا جاسکے لیکن اس تجربے کی انھیں بہت بھاری قیمت چکانا پڑی ہے یہ نظمیں کئی ایک قراتوں کے بعد انھیں موزونیت کا احساس دلاتی ہیں اسی لیے ان نظموں کی موزونیت پر کئی ایک سوالات اٹھائے گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان کے آخری دور کی نظمیں معروف روانی اور معروف آہنگ سے بہت حد تک بے نیاز ہیں ان میں آہنگ یقینا موجود ہے لیکن اس کی موجودگی کا احساس جلد نہیں ہوتا اس آہنگ سے مانوس ہونے کے لیے اور سماعتوں کو ان نظموں کے بہت قریب لانے کے لیے ان کا بار بار مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے ذوق سماعت کا مسئلہ اپنی جگہ لیکن قرات کے موجود قرینوں سے بھی مجید امجد انحراف کرتے نظر آتے ہیں نہ صرف دیگر شعرا بلکہ انکی اپنی شاعری کے دور آخر سے قطع نظرجس طرح ہم شعرا کی نظموں کی قرات جن الحان میں کرتے آئے ہیں مجید امجد کی آزاد نظموں کی قرات اس لحن میں ممکن نہیں گویا انھوں نے قرات کے قرینوں کو بھی مکمل طور پر بدل کر رکھ دیا ہے اور یہ انحراف کوئی معمولی انحراف نہیں ہے یہ سب کچھ تخلیقی جرات اور اپنی شاعری پر مکمل اعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔‘‘(۱۶)

اس بات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں بھی کی جا سکتی ہے کہ مجید امجد اس آہنگ کو پیدا

کرنے کے لیے بحر کے زحافاتی گنجائشوں سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ بھی چند ایک دیگر عوامل کو بروئے کار لاتے ہیں یا یوں کہیے کہ چند ایک دیگر عوامل کے باعث ان کی نظمیں روانی سے بینیاز ہو گئی ہیں اور اسی وجہ سے نظموں کی قرات ایک مسئلہ بن گئی ہے مجید امجد اپنی نظموں کے مضمون پر توجہ کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ یہاں قاری کے لیے قرات کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے ۔تجزیہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ عوامل ان کے امتیازی نوعیت کا آہنگ او رجدت پیدا کرنے کی کوشش کا نتیجہ ہیں۔

''مجید امجد نے اس بحر کو جس لچک اور تنوع کے ساتھ روا رکھا ہے اول تو اسی نے بحر کو سست کر دیا ہے مزید برآں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے اپنے ایک لیکچر میں اس بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ مجیدامجد ابتدا ہی سے اپنی شاعری میں حروف علت کو بہت گراتے ہیں اگرچہ اسے کوئی قابل رشک بات نہیں کہا جا سکتا آخری زمانے کی نظموں میں انھوں نے اس امر کو انتہا تک پہنچا دیا ہے وہ ایک ایک مصرعے میں بعض اوقات دو دو تین تین حروف علت گرا دیتے ہیں اس طریق کو اختیار کرنے کے باعث ان نظموں کو آہنگ کے ساتھ پڑھنے میں دقت پیش آتی ہے مزید یہ کہ جب فعلن فعلن کے ساتھ دوسرے ارکان استعمال کرتے ہیں تو مصرعے نا موزوں محسوس ہوتے ہیں۔''(۱۷)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مصرعے وزن میں ہوں، مخصوص بحر کے عین مطابق ہوں اور تقطیع کی جائے تو ان میں کسی قسم کا سقم نہ ملے۔مگر شاید مجید امجد کی نظموں کے لیے ان روایتی پیمانوں کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کرنا ہوگا تب جا کے ہم اس گفتگو کو کسی نتیجے تک پہنچا سکیں گے۔میں سمجھتا ہوں مصرعے موزوں ہوں اور موسیقیت میں سما سکیں چاہے ان کی تقطیع میں مشکل پیش آ رہی ہو۔ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا نے ایک لیکچر میںمجید امجد کی آزاد نظموں میں مصرعوں کی موزونیت اور ان کی درست تقطیع کے حوالے سے کہا تھا کہ:

''مسئلہ مصرعوں کی تقطیع سے زیادہ ان کی موزونیت کا ہوتا ہےتقطیع کے اعتبار سے چاہے مصرعے درست ہی کیوں نہ ہوں انہیں ناموزوں محسوس نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ مصرعے موزوں ہو ں، چاہے ان کی درست تقطیع ممکن نہ ہو اوزان کا بنیادی تصور اور مقصد ہی یہ ہے کہ مصرعے خارج از بحر نہ ہوں کیونکہ خارج از بحر مصرعے موزونیت کے اعتبار سے ساقط ہوتے ہیں۔''(۱۸)

بہرحال بقول ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ،مجید امجد نے اپنی نظموں میں دو ہے کی طرز پر فاعلن استعمال کرنے کی اجازت سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن دو ہے میں فاعلن ایک خاص مقام پر آتا ہے جب کہ مجید امجد کے ہاں اس کی پابندی نظر نہیں آتی وہ جہاں چاہتے ہیں دوہے کی طرز پر فاعلن لے آتے ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو ہے میں فاعلن کا رکن ایک خاص مقام پر یقینا آتا ہے لیکن دوہے عربی فارسی اردو عروض کے ارکان کیمطابق نہیں بلکہ ہندی عروض کے مطابق لکھے جاتے ہیں شاید اسی لیے مجیدامجد نے کہا تھا کہ یہ بحرہندی عروض سے حاصل کی گئی ہے بہرحال جب وہ فاعلن جہاں چاہتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں تو نظموں کی بعض سطریں موزونیت کے اعتبار سے ہموار محسوس نہیں ہوتی ویسے تو فعلن فعلن کی بحر عموما نثری ترتیب سے قدرے قریب واقع ہوئی ہے اور اگر اس بحر کے زحافات و تغیرات کی گنجائش سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے تو اس بحر کی رفتار مزید سست ہوجاتی ہے مجید امجد نے اس بحر کی رفتار کو سست بنانے کی شعوری کوشش کی ہے کیونکہ وہ مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اس لیے انھوں نے کہا ہے کہ قاری اسے نثر کے ذریعے بھی پڑھ سکتا ہے۔

شعری زبان کے غیر روایتی استعمال یا نئی شعری زبان تخلیقی کرنے اور الفاظ کے محسوس جوڑوں کو توڑنے اور الٹنے پلٹنے اور اصوات کے نئے گوشوں کو تلاش کرنے کے بعض طریقے بھی اس بحر کی رفتار پر اثر انداز ہوتے ہیں اور مجید امجد کے ہاں یہ سب کچھ موجود ہے انھوں نے کوشش کی ہے کہ الفاظ کے خاص آہنگ کے استعمال سے اس بحر کو سست بنایا جائے یہ بحر بعض حرفوں پر زور دینے کا مطالبہ کرتی ہے اگر شاعر کے پیش نظر اس مطالبہ کو پورا کرنے کا اہتمام موجود نہ ہو

تب بھی یہ بحر سست ہوجاتی ہے اس کا انحصار قاری کے ذوق تربیت پر بھی ہے ہمارا ذوق سماعت اور ذوق شاعری صدیوں سے موجود عربی فارسی اردو کے عروضی آہنگ کا تربیت یافتہ رہا ہے ۔

جدید نظم کے بعض دیگر مجید امجد کے معاصر شعرا کے قاری پہلے سے ایک خاص آہنگ کے دلدادہ اور تربیت یافتہ تھے جب کہ مجیدامجد جس بحر میں زحافاتی تبدیلیوں کے ساتھ لکھ رہے تھے اس سے قاری کا ذوق سماعت اور ذوقِ قرات مانوس نہ تھا مجید امجد نے روایتی روانی پیدا کرنے والے روایتی طور طریقوں اور فنی اور جمالیاتی برتاو سے ان نظموں میں مکمل اجتناب برتا ہے حالانکہ ان نظموں سے پہلے کی ان کی اپنی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت موسیقیت بھی رہی ہے یہ نظمیں مجید امجد کے ذوق شعری کے مطابق قاری کے ذوق سماعت اور ذوقِ قرات کی ترتیب کا مطالبہ کرتی ہیں ان نظموں میں موجود نئے نظمیہ آہنگ کے دلدادہ اور فہیم ہوئے بغیر ان کو روانی سے پڑھنا مشکل ہے یہ نظمیں قاری سے ایک نئے ذوق کا مطالبہ کرتی ہیں اور یہ مطالبہ جدید شاعری میں ایک نئے موڑ کی حیثیت رکھتا ہے اگر قاری اس نئے زو قی مطالبے کو ماننے میں مزاحم ہوتو نظموں کی قرات اس کے لیے ایک مسئلہ بن جاتی ہے گویا روایتی شاعری اور مجید امجد کی اس اختیار کردہ بحر سے باہر کی اپنی شاعری اور فیض و راشد وغیرہ کی شاعری کے قاری کو اس بحر میں تخلیق کردہ شاعری کو پڑھتے ہوئے اپنے ذوق شعری میں تبدیلی لانے کی ضرورت پڑتی ہے شاعر سے قاری کے ذوق کی ہم آہنگی کے بغیر ان نظموں کا طلسم وا نہیں ہو سکتا کئی ایک قراتوں کے بعد قاری جب ان نظموں میں موجود آہستہ رو آہنگ اور بحر کی زحافاتی تبدیلیوں سے مانوس ہو جاتا ہے تو یہ نظمیں روا ں محسوس ہونے لگتی ہیں لیکن یہ سوال اٹھتا ہے کہ قاری اتنا کشت کیوں کاٹے لیکن جواب بھی بالکل واضح ہے کیا کشت کاٹے بغیر شاعری کی تفہیم ممکن ہے بڑے اور اہم شعرا کی شاعری کی تفہیم کے لیے ییبہت سے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں کئی ایک علوم کا مطالعہ کرنا اور اپنے ذوق کی تربیت کا اہتمام کرنا پڑتا ہے بہرحال ان نظموں کے حوالے سے بھی کچھ زحمت اٹھانا پڑے گی ڈاکٹر سہیل احمد خان نے لکھا تھا کہ :

> ’’ذرا ان نظموں کے آہنگ اور زبان کے لہجوں سے مانوس ہونے کی ضرورت ہے پھر دیکھئے کیا کائنات سامنے آتی ہے۔‘‘(۱۹)

مجید امجد کی آخری دور کی نظموں میں موجود آہستہ رو آہنگ ہماری سماعتوں میں رچتے رچتے رچے گا لیکن یہ آنے والے وقت کا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انھیں کس حد تک قبول کرے گا یا کب تک اہمیت دے گایعنی مستقبل ان نظموں کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے کچھ نہیں کہا جاسکتا البتہ یہ ضرور ہے کہ اب اسی انداز کی نظمیں چند ایک جدید شعرا کے ہاں دکھائی دینے لگی ہیں اگر یہ چلن باوقار صورت میں آگے بڑھتا ہے اور ان نظموں کے آہنگ اور متنوع لہجوں سے ہمارا بدلا ہوا ذوق سماعت زیادہ مانوسیت محسوس کرنے لگتا ہیں تو پھر ان نظموں کو نئے اور جدید کلاسیک کا درجہ ملنے کے امکانات بڑھ جائیں گے لیکن ابھی بھی ان نظموں کی بہتر قبولیت کے لیے ہمارے ادبی ذوق کو وسعتوں سے ہمکنار ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اگر ہمارے ذوق سماعت میں یہ شعری آہنگ رچ بس نہ سکا تو یہ ہماری جدید شاعری کے لیے ایک بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی اور ہم جدید اردو شاعری کی ایک اہم اور بڑی پرت سے محروم رہیں گے۔اور نظر بھی ایسا ہی آ رہا ہے کیوں کہ آنے والے دور کے شعرا کا رجحان آزاد نظم یا Free verse سے بھی بغاوت کے چکر میں جا بسا ہے۔ متعدد شعرا محض شاعرانہ لفاظی کا استعمال کرتے ہوئے نثری نظم کی طرف متوجہ ہیں۔

مجید امجد کی چند ایسی نظمیں جو بحر متقارب اور متدارک کی مذاحف صورت میں موزوں کی گئی ہیں، ان میں سے چند ایک نظموں جیسے" پچاسویں پت جھڑ"، ایک فلم دیکھ کر"مسلخ" ایکسیڈنٹ" گوشت کی چادر" پھولوں کی پلٹن "دروازے کے پھول" بستے رہے سب" یہ دو پہیے، بندے تو یہ کب مانے گا ...."جلسہ "،ہر سال ان صبحوں "...... اندر سے ایک دموی لہر----جانے اصلی صورت ....-وغیرہ کا تذکرہ ادھر ادھر گونجنے لگا ہے۔

مجید امجد کی مذکورہ بالا نظمیں اور ان جیسی متعدد اور نظمیں بھی بظاہر نثر کے قریب محسوس ہوتی ہیں مگر جب ان پر غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ شاعر نے بحر کو ایک خاص انداز سے برتا ہے۔ان نظموں میں بحر کو جس انداز سے برتا ہے اس کے باعث سطروں کو نحوی ترتیب میں بہت کم تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس خاص طریقہ کار کی بدولت بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بے شمار الفاظ زیادہ ذہنی مشقت اور تخلیقی کرب اٹھائے بغیر نثری ترتیب کے قریب رہتے ہوئے مصرعوں کی صورت میں موزوں کیے جاسکتے ہیں یہ الگ بات کہ اس انداز کو اختیار کرنے کی وجہ سے شاعر کو کس قدر ذہنی مشقت اور تخلیقی کرب سے گزرنا پڑا ہوگا اور خاص کر ایک ایسے شاعر کو جو سوچتا بھی شاعری ہی میں ہو مظفر علی سید کے لفظوں میں:

''ان نظموں کی" پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لکھی ہوئی نہیں بلکہ بیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔''(۲۰)

اگر آخری دور کی نظموں کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مجید امجد نے آزاد نظموں میں ایک دوسرے کے انتہائی قریب کی دو بحروں کے زحافات کو ملانے کی ہمت دکھائی تاکہ ایک نیا آہنگ پیدا کیا جاسکے یہ دونوں بحریں انتہائی قریب کی اس لیے ہیں کہ بحرِ متقارب ہی سے ابوالحسن اخفش نے بحر متدارک نکالی تھی ۔

نئے آہنگ کو ایجاد کرنے کے لیے ایک ہی بحر میں جن زحافات کے استعمال کی اجازت ہے ان کو خصوصی طور پر آزاد نظم میں اختیار کرتے ہوئے مزید ایسی آزادیوں کی گنجائش چاہیے جو عروض کے نقطہ نظر سے جائز ہوں تاکہ ہر طرح کے زحافات سے نئے اوزان بنانے کی آزادی میسر آسکے ایک ہی بحر میں زحافات کے استعمال کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ غیر ضروری پابندیوں کے باعث شاعری کی تخلیق میں بہت زیادہ دقیق قسم کی مشکلات مزاحم نہ ہوں۔اور یہ جبھی ممکن ہے کہ جب مجید امجد کی طرح تھوڑی بہت آزادی اختیار کی جائے، دیکھا جائے تو بحر کی زحافاتی شکلوں کے استعمال کی بدولت شاعر آزادانہ طور پر سانس لیتے نظر آتے ہیں اور مزید آزادیوں کی گنجائش کی طرف پیش قدمی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مقصد میں آسانی کا سبب ان کے باطن میں موجود موسیقیت اور اوزان کے ارکان کی تفہیم یا سمجھ بوجھ تھی۔

میں سمجھتا ہوں ہمارے عروضی نظام میں جو بحریں ایک دوسرے کے انتہائی قریب واقع ہوئی ہیں ان کے زحافات کے اختلاط سے مزید اوزان اختیار کیے جا سکتے ہیں البتہ ایک ایسی صورت میں ایک بنیادی اور مجموعی آہنگ کو یقینی طور پر ملحوظ خاطر رکھنا پڑے گا۔ مجید امجد نے بھی اپنے آخری دور کی نظموں میں یہی رویہ اختیار کیا ہے ۔ انھوں نے فعلن فعلن کے ساتھ فاعلن کے رکن کوبھی برتا ہے انھوں نے اپنی متذکرہ نظموں میں ندرت فکر اور دو بحروں، متقارب اور اس سے نکلی ہوئی بحر متدارک کے زحافات کے آزادانہ ملاپ کے وسیلے سے مروج عروضی سانچے کے قریب رہتے ہوئے اسے توڑ کرایک نئے عروضی پیمانے کو آزمانے کی کوشش کی اور زحافات اپنے وضع کردہ اصول کے تحت استعمال کرکیاپنی نظموں کے لیے ایک نئے آہنگ کو استوار کیا ۔لیکن یاد رہے کہ یہ نیا عروضی پیمانہ اور آہنگ اتنا بھی نیا نہیں ہے البتہ مجیدامجد نے اس عروضی پیمانے کے آہنگ کو ذاتی اور انفرادی آہنگ بنانے کے لیے کچھ ایسے وسیلوں اور مہارتوں کو بھی برتا تھا جس کے نتیجے میں یہ آہنگ رنگ نثری ترتیب و آہنگ کے قریب آکر مجید امجد کا خصوصی آہنگ قرار پایا لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ تمام بحریں اور ان کے زحافات طبائع موزوں ہی کے تخلیق کردہ اور دریافت کردہ ہیں ہر بڑا شاعر شعری آہنگ میں تبدیلی لا سکتا ہے بشرط یہ کہ آہنگ کی تبدیلی بالآخر معاشرے کے باذوق قارئین کی سماعتوں کا حصہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہو ۔دیکھا جائے تو مذکورہ بالا بحور کے ارکان میں زحافات کے استعمال کی یہ حکمت عملی پہلی مرتبہ عظمت اللہ خان نے اختیار کی تھی اور اس قسم کے آہنگ کو رواج دینے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ بعد میں آنے والوں نے اس آہنگ کو اختیار بھی کیا اور اس میں نظمیں بھی کہیں۔ جن میں تصدق حسین خالد کا نام خاص طور پر نمایاں ہے۔

مجید امجد کی آخری دور کی نظمیں الگ اور خصوصی مطالعے کی متقاضی ہیں۔ نہ صرف اس لیے کہ ان نظموں کو عام طور پر مشکل اور مبہم سمجھتے ہوئے نظر انداز کیا گیا اور مجید امجد کی شاعرانہ اہمیت و مرتبے سے متعلق تنقیدی محاکموں میں ان سے صرف نظر کیا گیا ہے، بلکہ اس لیے بھی یہ نظمیں خصوصی توجہ چاہتی ہیں کہ ان میں مجید امجد خود اپنی نظم کے ان سانچوں سے انحراف کرتے ہیں، جنہیں وہ کم و بیش چار دہائیوں تک برتتے رہے ہیں۔ (یہ نظمیں۱۹۶۸ تا۱۹۷۴کے زمانے میں لکھی گئیں، اس وضع کی نظمیں لکھنے کے میلان کا اظہار ۱۹۶۲ سے ہونے لگا تھا۔ نظم حربے کم و بیش اسی میلان کا اظہار ہے، جو۱۹۶۸ کے بعد مجید امجد کا واحد شعری رحجان بن جاتا ہے، علاوہ ازیں مرے خدا مرے دل(۱۹۶۳ء) سپاہی(۱۹۶۳ء)بھی۱۹۶۸ء کے بعد لکھی گئی نظموں کی پیش رو قرار دی جا سکتی ہیں۔(اس سے قطع نظر کہ اپنے ہی سانچوں کو توڑنا دل گردے کا کام اور نئے سانچے کی تشکیل کسی نئے وژن کی محتاج ہے، مجید امجد کی ان نظموں کی اہمیت کا اہم زاویہ یہ ہے کہ یہ فوق شاعری(Super Poetry) کی مثال ہیں۔

چار دہائیوں تک مجید امجد اپنی نظم کے لیے نئی نئی ہیئتوں کی تلاش اور تخلیق میں مگن رہے اور نئے اسالیب کی دریافت سے انھیں غیر معمولی دلچسپی رہی، جس کے نتیجے میں ان کے یہاں ہیئتوں اور اسالیب کا تنوع وجود میں آیا، مگر اپنی آخری نظموں میں وہ ہیئت و اسلوب میں تنوع کی طلب سے بے نیاز نظر آتے ہیں۔ تمام نظمیں ایک ہی قسم کی ہیئت، یکساں بحر اور ایک ہی طرح کے اسلوب میں لکھی گئی ہیں۔

چیونٹیوں کے ان قافلوں کے اندر، میں وہ مناد ہوں
فعل فعول فعل فعولن فعلن فعلن فعل فع
جس کی آنکھوں میں جب آتی آندھیوں اور طوفانوں کی اک خبر ابھرتی ہے
فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعل فعولن فع
تو ان آندھیوں اور طوفانوں کی آواز کو قافلے سن نہیں سکتے
فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعل فعول فعل فعولن فع

مذکورہ بالا نظم "چیونٹیوں کے ان قافلوں"میں فعلن، فعل، فعول، فعل ،فعولن اور فع کے ارکان کو ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے بحر وضع کی گئی ہے۔ مذکورہ ارکان بحرِ متقارب کی مختلف زحاف شدہ شکلیں ہیں۔

(ص۶۳۰ کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

مجید امجد نے اپنی ایک اور نظم "تب میرا دل۔۔۔"میں بھی بحرِ متقارب کے ارکان فعولن، فعلن ،فعول اور فع کا استعمال کیا ہے۔کچھ لائنوں کے اوزان لکھ رہا ہوں :

تب میرا دل بچھ جاتا ہے،
فعلن فعلن فعلن فعلن
میں ہوں جگ جیون کے جوہر ڈھونڈنے والے جوہریوں کا جویا
فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعو لن فعلن فعلن فعلن
میرا دل بچھ بچھ جاتا ہے
فعلن فعلن فعلن فعلن

(ص۳۸۰ کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

ایک اور نظم"فرد" بھی بحرِ متقارب مثمن اثرم کے ارکان میں لکھی گئی ہے۔ لیکن یہاں فعل فعولن کے بساتھ فعلن ، فعل اور فع اور فعل بھی استعمال کیا گیا ہے۔ کچھ مصرعے فع پر ختم ہوتے ہیں اور کچھ فعلن کے سالم رکن پر ختم ہوتے نظر آتے ہیں۔

اتنے بڑے نظام میں صرف اک میری ہی نیکی سے کیا ہوتا ہے
فعل فعول فعل فعول فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع

میں تو اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتا ہوں
فعلن فعلن فعولن فعلن فعلن فعلن
میز پر اپنی ساری دنیا
فعل فعولن فعلن فعلن
کاغذ اور قلم اور ٹوٹی پھوٹی نظمیں
فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن
ساری چیزیں بڑے قرینے سے رکھ دی ہیں
فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن

(ص ۳۸۳کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "کوہ بلند"بھی مجید امجد کے آخری دور کی نظموں میں شمار ہوتی ہے۔ اس دور کی تمام نظموں میں شاعر نے بحر متدارک اور متقارب کے وہی ارکان استعمال کیے ہیں جو اوپر دی گئی مثالوں میں بتائے گئے ہیں۔ یہاں بھی فعولن، فعلن ،فعول اور فع کا استعمال کیا گیا ہے لیکن اس نظم میں فعِلن بھی استعمال ہوا ہے۔

لیکن اس پاتال کے پاس جہاں میں ہوں
فعلن فعلن فعل فعول فعول فع
بڑا ہی گدلا اور کٹیلا۔۔ کالی مٹی والا پانی ہے
فعِلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فع
زہر کدوں سے آنے والی ندیوں کا پانی
فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
جس کی دھارتری پتھریلی دیواروں سے جب ٹکراتی ہے
فعلن فعل فعو لن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع
تو میرے سینے میں دل کی ٹوٹی کنکری ڈوبنے لگتی ہے
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعول فعولن فع

(ص ۴۷۰کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم" کمائی" میں بھی متقارب کے ارکان کو زحاف کی اشکال کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔اس نظم میں ہر مصرع سالم رکن پر ختم ہوتا ہے۔ کہیں رکن توڑا نہیں گیا۔کچھ مصرعے فعلن پر مکمل ہوتے ہیں جب کہ کچھ کا اختتام فعولن پر ہو رہا ہے۔

کون اس بھید کو پالے بندے!
فعلن فعل فعولن فعلن
کون یہ دیکھے لہو کی لہر کا سب روغن تو
فعل فعولن فعولن فعل فعولن فعلن
اس بھوجن کا رس ہے
فعلن فعلن فعلن
وہ بھوجن جو کوڑا کرکٹ ہے اور جس کو کتے بھی نہیں کھاتے
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن

(ص۴۷۳ ، کلیاتِ مجید امجد)

نظم "بے ربط " دیکھتے ہیں ۔اس نظم میں متقارب مثمن اثرم کے ارکان فعل فعولن فعل فعولن فعول فعل اور فع کا استعمال کیا گیا ہے۔ فعول اور فعل کی حرکات نینظم کے آہنگ میں اوپر بیان کی گئی نظم کی نسبت نیا پن پیدا کر دیا ہے۔ایک اور چیز مختلف ہے اور وہ یہ کہ اس نظم کا کوئی مصرع فعل پرختم ہو رہا ہے کوئی فعول پر اور کوئی فعل پر۔

اسی کرے کے جوف سے تم نے کشید کیا
فعل فعولن فعل فعولن فعول فعل
انگاروں سے بھرا ہوا سیال غرور
فعلن فعلن فعل فعولن فعل فعول
لیکن کس کی تھی یہ مٹی؟ ہم سب کی
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع
اسی مٹی کے وریدوں سے یہ کھچا ہوا سیال غرور
فعلن فعلن فعولن فعلن فعول فعلن فعل فعول
سب میں بٹ جاتا
فعلن فعلن فع
تو یہ دیس دلوں کے سجدوں سے بس بس جاتا
فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فع
تم نے بجھتے بھڑکتے ان انگاروں کو
فعلن فعلن فعولن فعلن فعلن فع
اپنی روحوں میں بویا
فعلن فعلن فعلن فع
اور نفرت کاٹی!
فعلن فعلن فع

(ص۴۸۷ کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "دل کا چھالا" کے اوزان دیکھتے ہیں۔یہ نظم بھی حسب معمول بحر متقارب اور متدارک کے ارکان میں لکھی گئی ہے۔ایک دو مصرعوں کے علاوہ باقی سب مصرعے سالم رکن فعلن پر ختم ہوتے ہیں۔ پہلا مصرع فعل اور دوسرا مصرع فعلان پر مکمل ہو رہا ہے۔

پہلی آنکھ میں کڑوی سی اک لہر
فعلن فعل فعو لن فعلن فعل
اور پھر اک جرم
فعلن فعلان
اور پھر یہ سب دکھ
فعلن فعلن فع
سب دکھ اس اک پاپ کی جنتا
فعلن فعلن فعل فعولن
سارے عذاب ضمیروں کو کجلانے والے
فعل فعول فعولن فعلن فعلن فعلن
گہری کلنک بھری دکھتی ریکھائیں جن کے الجھاووں میں عمریں بٹ جاتی ہیں
فعل فعول فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
اک ہونی کے کتنے جنموں میں اس پاپ کا لمبا پھیرا پڑتا ہے دنیا کو
فعلن فعلن فعلن فعِلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن
دکھ سے بھر دیتا ہے
فعلن فعلن فعلن
اچھا تھا جب دل کا چھالا پھوٹا تھا،ہم اپنے قدموں میں رک جاتے۔
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

(۱۸،اگست ۱۹۷۰)　　　　　　　　(صفحہ ۵۷٦، کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم "زائر"میں بھی متدارک اور متقارب کے اجماع کے ساتھ فعلن ، فعولن، فعل اور فع کے ارکان استعمال کیے گئے ہیں۔

کیسے مانگوں تجھ سے وہ دنیا جس کا سورج اک دن تیرے دل سے ابھرا تھا۔ کچھ مصرعے ایسے بھی ملتے ہیں جو فع پر ختم ہو کر اس کا تسلسل اگلے مصرع میں جاری نہیں رکھتے بلکہ اگلا مصرع نئے رکن فعلن سے شروع ہوتا ہے۔

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

اپنے پاس تو اس دنیا کے ٹکٹ کے پیسے بھی نہیں ہوتے

فعلن فعل فعولن فعلن　فعل فعولن فعل فعولن

جس دن ہوں بھی اس دن اپنا ارادہ نہیں ہوتا

فعلن فعلن فعلن فعولن فعولن فع

تیری نورانی مٹی سے باہر جو مٹی ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

جانے اس مٹی میں کیسے کیسے کافر تیری محبت میں جیتے ہیں

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن

تو نے دیکھا---؟

فعلن فعلن　　　　　　　　(ص ۵۲۰ کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "اور یہ انسان---"کی تقطیع بھی ملاحظہ فرمائیں:

اور یہ انسان--- جو مٹی کا اک ذرہ ہے--- جو مٹی سے بھی کم تر ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

اپنے لیے ڈھونڈے تو اس کے سارے شرف سچی تمکینوں میں ہیں

فعلن فعِلن فعلن فعلن فعل فعلن فعلن فعلن فع

قاہر جذبوں کے آگے، بے بس ہونے میں، مٹی کا یہ ذرہ

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

اپنے آپ میں

فعلن فعل فع

جب مٹی سے بھی کم تر ہو جاتا ہے، سننے والا اس کی سنتا ہے

فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

سننے والا جس کی سنے، وہ تو اپنے مٹی ہونے میں بھی انمول ہے

فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فع

(ص٦٧١،کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "سبھوں سے مل مل لیں---"کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے کچھ مصرعے بہت طویل ہیں، یعنی ۱۳ ارکان پر بھی مبنی مصرعے ہیں اور ۱۴ پر بھی کسی مصرع کو کہیں سے توڑا نہیں گیا بلکہ ایک مصرع اگر فعلن پر ختم ہوتا ہے تو دوسرا مصرع فعلن سے ہی شروع ہوتا ہے۔

اک اک شخص کی شکل اس کی اپنی مشکل ہے

فعلن فعل فعولن فعلن فعلن

کاش اپنی اپنی مشکل کو سمجھ سکتے یہ لوگ کہ جن کی شکلیں

فعلن فعلن فعلن فعولن　فعلن فعل فعولن فعلن

جن کے کرموں کے پھل

فعلن فعلن فعلن

ان کی نظروں سے اوجھل ہیں
فعلن فعلن فعلن فعلن
جن کی اصل مخفی شکلیں تو خود کی روحوں کے آئنوں میں بھی ان کے آگے نہیں اترتیں‘‘
فعلن فعل فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعل فعولن
(ص۵۴۹، کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "شاعر " فعلن فعل فعول اور فعلانکو ایک ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ ہم کہ سکتے ہیں کہ اس نظم میں بحرِ متقارب کو اس کے زحافات کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

میں جب سوچتا ہوں کہ انساں کا انجام
فعلن فعل فعول فعلن فعلن فعل
ہے مٹی کے اک گھر کی آغوش آرام
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل
تو سینے میں اٹھتا ہے اک دردِ بے نام
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلان
۲۴ستمبر۱۹۳۸ء (ص۴۲، کلیاتِ مجید امجد طبعِ نو)

نظم "دنیا" بحرِ متقارب کے سالم ارکان فعولن پر مشتمل ہے اور ہر مصرع سالم رکن پر ختم ہو تا ہے اسی طرح ہر نیا مصرع بھی سالم رکن فعولن سے شروع ہوتا ہے۔ بحرِ متقارب کی اصل دھن اس نظم میں محسوس کی جا سکتی ہے۔

یہ ہستی کا دریا بہا جا رہا ہے
فعولن فعولن فعولن فعولن
ہم آہنگ سیل فنا جا رہا ہے
فعولن فعولن فعولن فعولن
۱٫۳۱ گست ۱۹۴۰ء (صفحہ ۵٦، کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم "پنواڑی"بھی دیگر نظموں کی طرح متقارب کے ارکان فعل فعولن فعلن پر مشتمل ہے۔

کون اس گتھی کو سلجھائے، دنیا ایک پہیلی
فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن
دو دن ایک پھٹی چادر میں دکھ کی آندھی جھیلی
فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن
دو کڑوی سانسیں لیں، دو چلموں کی راکھ انڈیلی
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن
اور پھر اس کے بعد نہ پوچھو، کھیل جو ہونی کھیلی
فعلن فعلن فعل فعولن فعل فعولن فعلن
پنواڑی کی ارتھی اٹھی، بابا اللہ بیلی
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
۸ فروری۱۹۴۴ء (صفحہ۸۸ ،کلیات مجید امجد، طبع نو)

نظم "یہ سب دن" کا پہلا مصرع کس کی خاطر، یہ ایک صبح؟/ فعلن فعلن فعول فع میں لکھا گیا ہے دوسراکس کی خاطر آج کا یہ ایک دن؟/ فعلن فعلن فعل فعول فع میں جب کہ چوتھا "یہاں تو ہے بس ایک وہی اندھیر دنوں کا جس کی رو"/فعِلن فعلن فعل فعل فعول فعولن فعلن فع میں ہے۔ موخرالذکر ارکان کے متحرک حروف کی بنا پر زیادہ مترنم معلوم ہوتا ہے۔جب کہ پہلے دونوں مصرعے عام بول چال کے مماثل معلوم ہوتے ہیں اور اس کی وجہ متدارک کے ارکان فعلن فعلن کے ساتھ متقارب کے رکن فعول کا استعمال ہے۔

کس کی خاطر، یہ ایک صبح؟
فعلن فعلن فعول فع
کس کی خاطر آج کا یہ ایک دن؟
فعلن فعلن فعل فعول فع
کیسا دن؟
فعلن فع
یہاں تو ہے بس ایک وہی اندھیر دنوں کا جس کی رو
فعِلن فعلن فعل فعل فعول فعولن فعلن فع
روحوں میں اور جسموں میں چکراتی ہے!
فعلن فعلن فعلن فعلن فع
۳۱ ،اگست ۱۹۶۸ء (صفحہ۴۷۷ ،کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم "جدھر جدھر بھی" کا آہنگ بھی دیگر نظموں کی طرح ہی ہے۔کچھ مصرعے سالم ارکان پر ختم ہوتے ہیں جب کہ کچھ فعل اور فع کی صورت میں اختتام پذیر ہورہے ہیں۔یہ بحر متدارک کے زیادہ قریب ہے کیوں کہ متقارب کا رکن فعولن صرف ایک مصرع میں ایک بار استعمال ہوا ہے۔

کتنے اچھے ہیں یہ سب الجھیڑے،
فعلن فعلن فعلن فعلن
سمے کی رو میں دھب دھب چلتے دھندے
فعِلن فعلن فعلن فعلن
کتنی بھلی ہے اک یہ بے مصرف سی مصروفیت
فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل
ذہن پہ اک یہ پردہ، جس کے اوجھل ہیں وہ باتیں
فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
جن کا دھیان بھی مجھ کو سب خوشیوں سے ناخوش کر سکتا ہے
فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
دھیان ان کا، جن کے قدموں کے نیچے میرے باطن کی مٹی ہے!
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
اک دن یہ مٹی ان کے قدموں کے نیچے سے سرک گئی--- تو--!
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعِلن فع
۷دسمبر ۱۹۶۸ء (صفحہ۵۰۶،کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم"نہ کوئی سلطنت غم ہے نہ اقلیم طرب" بحرِ رمل مثمن مخبون/مقطوع فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعِلن پر مشتمل ہے۔نظم آزاد ہیئت میں اس طرح لکھی گئی ہے کہ اس کے درمیانی ارکان فعلاتن فعلاتن کی تعداد کسی مصرع میں کم اور کسی مصرع میں زیادہ ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک مصرع فاعلاتن سے شروع ہو رہا ہے اور دوسرا فعلاتن سے ایک مصرع فعلن پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا فعِلن پر۔

سوچتا ہوں یہی دو گھونٹ جو میں نے خم دوراں سے پیے
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعِلن
یہی دو سانس شبستان ابد میں، یہی دو بجھتے دیے
فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعِلن
دوش و فردا کی فصیلوں میں یہی دو رخنے
فاعلاتن فعلاتن فعلن

یہی جو سلسلہ زندگی فانی ہے
فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعِلن
۲۰ اکتوبر۱۹۵۴ء (صفحہ ۲۸٦، کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم "دنیا سب کچھ تیرا" کے اوزان ہر مصرع کے نیچے درج کیے گئے ہیں یہ نظم فعلن فعل فعولن فعل کے ارکان پر مشتمل ہے۔

''تیرے طاق پہ میں اک دیپ
فعلن فعل فعولن فعل
تو صدیوں کے گارے میں اک گندھی ہوئی دیوار
فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعل
میں--- اک دھڑکن کی ہوک
فعلن فعلن فعلان
جل گئی عود کی شمع
فعلن فعل فعول
گر گئی بے بس راکھ
فعلن فعلن فعل
رات کے پربت سے ٹکرا گئی خوشبو کی اک لہر
فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل
پھر وہی رنگ اور پھر وہی روپ
فعلن فعلن فعلن فعل
نگری نگری، موہن مکھ
فعلن فعلن فعلن فع
بام بام پر چاند
فعل فعل فعلان
کرن کرن، گلنار !
فعل فعل فعلان

یکم نومبر ۱۹۵۹ء (صفحہ۳۴۳ ،کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

مجید امجد کے عروضی تجربات

مجید امجد نے متعدد نظموں میں بحرِ متقارب کوزحافات کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے ہندی اور پنجابی اوزان کی تقلید یا تتبع میں بے شمار تجربات کیے ہیں۔اس کے علاوہ انھوں نے کئی جگھوں پر ایک سے زیادہ بحور کو بھی یکجا کیا ہے۔مثال کے طور پر ان کی ایک طویل نظم "نہ کوئی سلطنت ِغم ہے نہ اقلیم طرب''(ص۳۲)میں مختلف بحور کا اجتماع نظر آتا ہے نظم کے چار مصروں پر مبنی بندوں میں انھوں نے بحر رمل مثمن مخبون محذوف(فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن)کو استعمال کیا ہے جبکہ آگے چل کروہ بہرے مزاحیہ مسدس محذوف(مفعول مفاعلن فعلن)بحر ہزج مربع اشتر(فاعلن مفاعلن)بحر متقارب(فعلن فعلن) اور بحرمجتث مثمن مخبون مقصور (مفاعلن فعلات مفاعلن فعلن)کوایک ہی نظم میں استعمال کرتے جاتے ہیں بحور کی یہ تبدیلی محض تجربے کی حد تک محدود نہیں بلکہ وہ نظم کے مزاج کے مطابق بحور کا انتخاب کرتے ہیں۔

نظم "نہ کوئی سلطنت ِغم ہے نہ اقلیم طرب"[۲۱]کے ایک بند کی تقطیع دیکھتے ہیں:

کیا کہوں کتنے غموں ، کتنے غموں کی شکن آلود بساط
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات
وقت کے گھومتے زینوں پہ مرے رکتے ہوئے قدموں کے سات

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات
کس طرح بچھتی لپٹتی ہی چلی آئی ہے
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن
کیا بتاؤں یہ کہانی بڑی طولانی ہے
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن
یہ مرا قصہ غم کون سنے؟کس کو سناؤں --کس کو
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن
اپنے احساس کا وہ جلتا ہوا زہر پلاؤں جس کو
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن
پیتے پیتے مری اک عمر کٹی ہے اک عمر
فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات

(صفحہ۲۸۶، کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

مجید امجد کی شاعری میں روایتی عروض اور بعدازاں عروضی تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی آخری دور کی نظموں کا مطالعہ کیا جائے تو بہت دلچسپ سوالات سراٹھاتے ہیں یعنی ہیئتی اور عروضی سطح پر تغیر پسند طبیعت رکھنے والا ایک شاعر اپنے آخری دور میں ایک ہی بحر اور ایک ہی ہیئت تک کس طرح محدود ہوگیا؟یہ سوال مجید امجد کو سمجھنے کے لیے خاصا اہم ہے۔

دراصل مجید امجد کے آخری دور کی نظمیں اس طویل ریاضت کا نتیجہ ہیں جو انھوں نے اپنی شاعری کے فنی حوالوں سے کی ہے۔ تاریخ وارمطالعہ سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ وو تمام عمر ایک ایسے شعری پیرائے کے متلاشی تھے جس میں وہ اپنی داخلی واردات اور تجربے کی گہرائی کوپیش کر سکتے ۔تجربے کی شدت اور"کہ دینے" کا عمل ایسا تھاجو انھیں عروضی اور ہیئتی تجربات پر مجبور کرتا تھا۔

آخری دور کی نظموں کا زیادہ تررحجان فکری ہے یہاں وہ تجربے کوبولتا ہوا محسوس کرتے ہیں اور اسی احساس کو نئی شعری زبان میں منتقل کر دینے کے خواہشمند ہیں۔ اپنے تجربے کے بیان اور قاری کو اس میں شامل کرنے کے لیے وہ اپنی نظموں کے مزاج کو سست رو بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سارے شعوری عمل میں وہ عروضی سطح پر بعض اجتہادی فیصلے کرتے ہیں جن کی اجازت مروجہ عربی اور فارسی عروض میں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ ایسے اسلوب کے بھی خواہش مند ہیں کہ جس میں نئی شعری لفظیات کو تمام تر پس منظر کے ساتھ بیان کر دینے کی صلاحیت ہو۔ وہ تمثال آفرینی کے عمل میں بھی لفظ کو اس کی تمام کیفیات کے ساتھ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔غرض اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے اپنے آخری دور کی نظموں کی شکل میں نیا شعری پیرایہ تراشا ہے تو غلط نہ ہوگا۔بقول ڈاکٹر نوازش علی:

> ’’۱۹۶۷ء اور۱۹۶۸ء کے قریب وہ خارجی ہیئتوں ، بحر و وزن کے تنوع اور مرصع کاری سے کافی حد تک بے نیاز ہو جاتے ہیں اور اپنے سفر میں آزاد نظم کی ہیئت کو اپنا لیتے ہیں۔۔۔ان نظموں میں ان کے بعض عروضی تجربات جذب ہوکر ایک نئے شعری سفر کا آغاز بن جاتے ہیں۔۱۹۶۸ء کے قریب وہ ایک ایسی آزاد نظم کی ہیئت دریافت کر لیتے ہیں جو ان کے دیگر ہم عصر شعراکی آزاد نظم سے اپنے آہنگ، اسلوب اور بنت کی وجہ سے بالکل مختلف تھی۔‘‘(۲۲)

مجید امجد نے اپنے آخری دور(۱۹۶۸ء تا ۱۹۷۴ء)میں جو عروضی تجربات کیے ہیں وہ خاص اہمیت کے حامل تھے ان کی روایت پسندی جو کہ ابتدائی ادوار میں نمایاں تھی کو مدنظر رکھیں تو یہ نظمیں ایک بڑی تبدیلی کا پتہ دیتی ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ اس تبدیلی کا عکس ان کے گزشتہ کلام میں بھی نظر آجاتا ہے تاہم اس کے باوجود یہ قابل غور تجربات ہیں جن کو دیکھ کر چونکے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔یوں لگتا ہے کہ جیسے ایک شاعر کی نئی تخلیقی ولادت ہوئی ہو۔تبدیلی کا نشان نہ صرف

مجیدامجد کے لیے بلکہ آنے والے شعرا کے لیے بھی نئے امکانات کے دروا کیے ہوئے ہے۔ان عروضی تجربات کا جواز خود مجید امجد نے اپنے انٹرویو میں فراہم کیا ہے:

''جن بحروں میں، میں پہلے لکھتا تھا، وہ بہت معروف ہیں ۔پڑھنے والا انھیں روانی سے پڑھ سکتا ہے، میری نظم کا روانی سے تاثر کم ہوجاتا ہے۔ ان نظموں کے مضامین کا تقاضا ہے کہ پڑھنے والا رک کر پڑھے گا تو میری نظم کو Enjoy کر سکے گا اور روانپڑھے گا تو اِسے MISS کرے گا۔''(۲۳)

ایک اور سوال کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ:

''جونظمیں میں پچھلے چار سال سے کہہ رہا ہوں تقریباً Free verse میں ہیں،وہ ساری نظمیں ایک ہی بحر میں میں نے کہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں زیادہ سہولت کے ساتھ اس بحر میں کہہ سکتا ہوں۔ اس کی شکل ایسی ہے کہ اس بحر میں فعلن ،فعلن ،فعل، فعولن، فاعلن اور مفاعلاتن سارے رکن لگ سکتے ہیں اس کے باوجود میں نے کوشش کی ہے کہ اگر ایک نظم میں ایک لائن پر زحاف آتا ہے تو ہر لائن زحاف پر ختم ہو، کہیں کہیں ایسانہیں بھی ہوسکا۔''(۲۴)

مجید امجد بحروں اور بحروں کے زحافات کے حوالے سے اپنا ایک تخلیقی شعور رکھتے ہیں ہیں تاہم وہ علم عروض کے پیمانوں اور انکی شکلوں سے انحراف نہیں کرتے بلکہ انہی کے اند رہتے ہوئے بعض گنجائشیں نکال لیتے ہیں:

اس نظم کی بحر کارکن فاعلن ہے لیکن بعض سطور ایسی بھی ہیں جن کی بحر کا رکن فعولن ہے آزاد نظم کی ہر سطر تقطیع کے لحاظ سے مقررہ بحر کے تحت ایک اکائی ہوتی ہے۔ اس قید کا لحاظ ضروری ہے۔

ظاہر ہے کے فاعلن فعولن کی جگہ نہیں لے سکتا مجید امجد کو دونوں بحروں کے الگ الگ وجود کا پورا پورا احساس ہے تاہم انھوں نے خود اپنی نظموں میں بحرِ متقارب کے ساتھ ساتھ بحر متدارک کے رکن فاعلن کو بھی برتا ہے ۔ ان کی نظموں میں عروضی حوالے سے صورتحال قدرے مختلف واقع ہوئی ہے کیونکہ وہ زحافات کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ فاعلن مزاحف ہوکر فعلن ہو جاتا ہے جن کی وضاحت گزشتہ سطور میں ہوچکی اور جو کہ عروضی طور پر جائز ہے۔بہرحال انھوں نے اپنی نظموں میں جن ارکان کو برتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

فعلن) عین ساکن(فعل فعل (عین متحرک) فاعلن فعلن

فعولن مفاعلاتن (فعل فعولن =فعول فعلن فعل یا فع

مجید امجد ان سب ارکان کو باطنی طور پر پر فعلن فعلن) عین ساکن(ہی سمجھتے ہیں ان کا موقف ہے کہ:

''فعلن فعلن میں سب ارکان خواہ وہ فعل فعولن ہو ں فعل فعولن ہوں یا فعل فعولن یا فعلن فعلن سب مساوی ہیں.... ہر شکل باطنی طور پر فعلن فعلن ہی ہے۔''(۲۵)

مجیدامجد نے اپنے انٹرویو میں یہ بات کہی تھی کہ اس بحر میں فعلن فعلن، فعل فعولن اور مفاعلاتن سارے رکن لگ سکتے ہیں گویا سبھی ارکان بالآخر فعلن فعلن ہی ہیں اور باطنی طور پر ان کی ایک ہی شکل ہے میرا موقف ہے کے بحر متقارب کے زحافات اور متدارک کے ایک زخاف متدارک مقطوع کے مطابق مجید امجد کے بتائے ہوئے سبھی ارکان فعلن فعلن کے مساوی ہیں مجید امجد نے دونوں بحروں کی مشترک شکل کو اپنی نظموں میں اختیار کیا ہے اگرچہ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا کا کہنا یہی ہے کہ:

''سوال یہ ہے کہ آیا عربی فارسی عروض متقارب اور متدارک کے زحافات کے خلط کی اجازت دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔''(۲۶)

اس اقتباس میں اتنی بات قابل توجہ ہے کہ یہ نظمیں بحر متقارب کے چند زحافات کی مدد سے لکھی گئی ہیں اور یہ ہندی بحریں ہیں۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اردو فارسی عروض کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اسے ہندی سے بھی جوڑ رہے ہیں جب کہ مجیدامجد نے بھی فارسی اردو عروض کے

ساتھ ساتھ اس بحر کو ہندوستان کی قدیم شاعری اور موسیقی سے ملا دیا ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے اپنے ایک تازہ اور زیر طبع مضمون میں یہ واضح موقف اختیار کیا ہے کہ:

''ان نظموں کی تقطیع بحرمتقارب یا متدارک میں کرنا درست نہیں کیونکہ یہ بحر سنسکرت سے ہندی اور اس سے اردو میں آئی ہے اس لیے اسے پنگل کے پیمانے پر ہی پرکھنا چاہئے جس میں بیشتر اعتراضات کا جواب موجود ہے۔''(۲۷)

اردو والے پنگل سے کچھ زیادہ آشنا نہیں ہیں مجید امجد نے ساقی فاروقی کے ایک مصرع کی تقطیع میں یہ کہا ہے کہ ایک ہی مصرع میں فاعلن فعلن(عین ساکن) فعل فعولن فعل، (عین متحرک) فعولن اور فعل فعل پہلا فعل (عین ساکن)اور دوسرا فعل (عین متحرک) سارے ارکان لگ سکتے ہیں اور یہ بحرہندی اوزان سے حاصل کی گئی ہے حالانکہ سوائے فاعلن یہ سارے ارکان متقارب کے زحافات ہیں جبکہ متدارک فاعلن کی با ت ہوچکی کے متدارک مقطو ع میں فاعلن بھی فعلن ہے لیکن مجید امجد کہہ رہے ہیں کہ یہ بحرہندی اوزان سے حاصل کی گئی ہےگویا مسئلہ متقارب کے تمام زحافات اورمتدارک کے ایک زحاف کے اجتماع کا نہیں تاہم یہ واضح رہے کہ مجیدامجد کی آزاد نظموں کی تقطیع متقارب کے زحافات اور متدارک کی مقطوع شکل میں ہو سکتی ہیں۔ راقم السطور نے بے شمار نظموں کی بذات خودتقطیع کی ہے۔ اگرچہ یہ ایک بہت مشکل اور صبر آزما کام ہے کیونکہ بار بار رک کر سوچنا پڑتا ہے کے سطر میں اس مقام پر کون سا زحاف برتا گیا ہے لیکن میراکہا کوئی یقینی امر نہیں میں خود کو عروضیوں میں شمار نہیں کرتا میں اس مسئلے کو ایک اور حوالے سے الٹ پلٹ کر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کوشاں ہوں زحافات اور ارکانِ بحر کے حوالے سے مجیدامجد کی نظموں کی تقطیع میں ایک پیچیدگی بھی موجودہے ۔تمام شاعری اور آزاد نظم میں بھی پہلی سطر میں بحر کے مختلف ارکان جس ترتیب سے آتے ہیںتمام سطروں میں ارکان کی وہی ترتیب موجود رہتی ہے لیکن مجید امجد کی آزاد نظموں میں یہ صورت موجود نہیں ہے انھوں نے ایک سطر میں موجود مختلف ارکان کی ترتیب کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے یہ دلیل دی ہے:

''محترمی انجم صاحب تقی الدین انجم (ن ع)نے جو کچھ فرمایا ہے کہ ان کے نظریے کے مطابق بحر کے مختلف ارکان ، مصرع میں ایک ہی ترتیبSEQUENCE سے آنے چاہیئیں۔ یہ بات درست ہے بشرطیکہ بحر کے ارکان مختلف الاجزا ہوں لیکن میرا موقف یہ ہے کہ فعلن فعلن میں سب ارکان خواہ وہ فعل فعولن ہوں فعل فعولن ہوں یا فعلن فعلن سب مساوی ہیں اس لیے وہ بلا ترتیب بھی آ سکتے ہیں کہ سب مساوی ہیں۔ہر شکل باطنی طور پر فعلن فعلن ہی ہے۔''(۲۸)

مجید امجد یہ اصول محض ایک مصرع ہی میں نہیں بلکہ پوری نظم کی ہر سطر میں اختیار کرتے ہیں اور اسی باعث ان کی نظموں کی تقطیع ایک صبر آزما کام ہے ایک ہی نظم میں سطر کا آغاز کبھی فعلن سے کبھی فعل فعولن سے کبھی فعولن سے اور کبھی فعل فعولن سے ہوتا ہے یہ اور بات کے اس بحر میں یہ سارے رکن لگ سکتے ہیں اور ہر ایک کی شکل باطنی طور پر فعلن ہی ہے بہرحال میں عروضی نہیں ہوں ممکن ہے ان کی کچھ نظموں کی سطریں ایسی بھی ہوں جن کی تقطیع کے لیے ہندی اوزان کی طرف رجوع کرنا پڑے لیکن مجید امجد اپنی تمام نظموں کی تقطیع کے حوالیسے کہتے ہیں کہ ان سارے ارکان کی باطنی شکل فعلن فعلن ہے تو پھر مسئلہ کیا ہے؟ اس لیے تو انھوں نے وفات سے ایک سال پہلے اپنے ایک خط بنام ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا میں لکھا کہ:

''زندگی کا سفر کٹ رہا ہے، فعلن فعلن کے آہنگ کے ساتھ۔''(۲۹)

مجید امجد کی اس گفتگو سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ وہ اپنے آخری دور میں فعلن فعلن کی بحر سے مسحور ہو چکے تھے اور ایک تسلسل کے ساتھ اسی بحر میں نظمیں کہہ رہے تھے مگر انھوں نے اس بحر کو محض روایتی انداز میں اختیار نہیں کیابلکہ اس میں عروضی تبدیلیاں کرتے چلے گئے ہیں اور اس وزن کے حوالے سے عربی اور فارسی کی قواعد کی بجائے ہندی اور پنجابی انداز کی تقلید کرتے گئے ۔یہی وجہ ہے کہ ایک ہی نظم میں انھوں نے کئی کئی زحافات کو یک جا کر دیا ہے

حالانکہ عربی اور فارسی عروض میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ان تجربات کے لیے جہاں انھوں نے فکری گہرائی، مطالعہ کے انداز اور روانی سے گریز پر زور دیا ہے، وہاں وہ اس کے خالصتا فنی حوالے سے عروضی جواز بھی فراہم کرتے ہیں۔ تقی الدین انجم کے استفسار پر شیر محمد شعری کے نام لکھتے ہیں:

''میرا موقف یہ ہے کہ فعلن فعلن میں سب ارکان خواہ وہ فعل فعولن ہو یا فعلن فعلن سب مساوی ہیں۔ ہر شکل باطنی طور پر فعلن فعلن میں ہے ورنہ کوئی اور سبیل حسبِ ذیل ٹکڑوں کی نہیں ،جن کی ہیئت صدیوں سے مروج ہے اور جو ہندی اوزان سے حاصل کی گئی ہے۔اسی طرح اس بحر میں فعلن کی بجائے اگر کہیں فاعلن بھی (بہ طریق دوہا)لگا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اس بحر کی جڑیں ہندوستان (یو۔پی، پنجاب، دکن اور شاید بنگال) کی قدیم ترین شعریات میں ملتی ہیں۔یہ ایک عجیب آہنگ ہے۔ کلا سیکل موسیقی کے راگوں کی سب استھائیاں (ان کے بول) اسی بحر میں ہیں۔''(۳۰)

مجید امجد کے اس بیان سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ مجیدامجد بحر متقارب کے تمام زحافات کو یک جا کرنے کو بھی جائز تصور کرتے ہیں نیز ان کے خیال میں اس بحر کی جڑیں ہندی اور پنجابی عروض میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔

اس تمام بحث کو ایک اور حوالے سے بھی دیکھئے شمس الرحمن فاروقی نے میر تقی میر کی طویل بحروں والی غزلوں میں موجود بحر کے حوالے سے کہیں ایک مباحث اٹھانے کے بعد کہاہے کہ:

''میر کی یہ بحر کلیات میر میں جس تنوع اور رنگارنگی کے ساتھ جلوہ گر ہے اس کی مثال نہ ہندی میں ہے نہ فارسی میں اس میں اگر بعض باتیں ایسی ہیں جو فارسی میں ممکن نہیں تو بعض ایسی بھی ہیں جو ہندی میں ممکن نہیں اس بحر کی تقطیع متقارب میں نہ کرنی چاہیے اگر چہ اس بحرسے تھوڑی بہت مشابہت رکھنے والی بحریں ہندی اور فارسی میں موجود ہیں لیکن کوئی بحر ایسی نہیں جسے اس کی واحد شکل کہا جا سکے اگرچہ یہ بحر میرسے پہلے اردو میں موجود تھی لیکن بہت کم۔چونکہ اس بحر کو میر نے عام کیا اور اسے نہایت کامیابی اور تنوع کے ساتھ برتا اس لیے اسے بحر میر کا نام دینا چاہیے۔''(۳۱)

مجید امجد نے اپنی آزاد نظموں میں جو بحر استعمال کی ہے اس کے حوالے سے پروفیسر محمد امین کا کہنا ہے کہ:

''مجیدامجد نے بحرِ متقارب اثلم اثرم اور مقبوض اثلم کو جمع کیا ہے اور بعض جگہ بحر متدراک کارکن فاعلن بھی استعمال کیا ان رعایتوں کے لحاظ سے ان کی ان سب نظموں کی تقطیع ممکن ہے جن کی بحر متنازعہ ظہ فیہ ہے یہ مروجہ عروضی ساخت سے قدر ے مختلف ضرور ہے لیکن اس قدر مختلف بھی نہیں کہ اس کی پہچان اور تقطیع ناممکن ہوجائے بہرحال اس کے اس خاص انداز کے سبب میں اسے بحر امجد کا نام دیتا ہوں۔''(۳۲)

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ:

''فارسی اور ہندی میں یہ بحر بہت مقبول ہے مجید امجد کے اسلوب کے لیے بحر متقارب سے بہتر اور کوئی بحر نہیں ہے انھیں اس بحر کے استعمال میں بڑی مہارت حاصل ہے اس بحر میں انھوں نے اختراع بھی کی ہے۔''(۳۳)

اگر ہم ہندی عروض کی طرف نہ بھی جائیں تب بھی بحرِ متقارب اور متدارک دونوں میں یہ وزن فعلن فعلن مشترک ہے باطنی طور پر بھی مجید امجد کی نظموں میں مستعمل ارکان کا ایک ہی وزن ہے جس کا ذکر انھوں نے اپنے انٹرویو اور خط بنام شیرمحمد شعری میں کیا ہے اس لیے وہ اپنے بتائے ہوئے ارکان میں فاعلن کو شامل کرکے ان سب ارکان کو فعلن فعلن ہی کے برابر سمجھتے ہیں۔ مجید امجد ماہر عروض بھی تھےاور موسیقی سے ان کا قلبی تعلق بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ نظم کو محض داخلی آہنگ کے ذریعے تکمیل تک پہنچانے کے علاوہ اس کو تقطیع کے عمل سے بھی گزارتے تھے اس لیے انھوں نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی کہا کہ:

''میں اپنے خیال کو غیر شعوری طور پر اس بحر میں کہہ جاتا ہوں اور جب گنتا ہوں تو رکن پورا ہوجاتا ہے۔''(۳۴)

لیکن مسئلہ محض یہ نہیں ہے کہ یہ بحر اپنی اس شکل میں امجد کے ہاں مستعمل ہوئی فارسی اردو کی بحر ہے یا نہیں اور دونوں بحروں کے ارکان کا اجتماع جائز ہے یا نہیں یہ ہندی کی بحر ہے بلکہ سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ یہ ہر معاشرے کے صاحب ذوق لوگوں کی سماعتوں کا حصہ ہے یا نہیں اگر یہ لوگوں کی سماعتوں میں رچنے بسنے کی صلاحیت رکھتی ہے جیسا کہ مجیدامجد نے اپنے خط میں مختلف شعروں کی تحقیق کے ذریعے دراصل یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اس بحر کا آہنگ کسی حد تک ہمارے معاشرے میں موجود رہا ہے اور اس آہنگ میں پہلے سے بہت سی شاعری موجود ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس بحر کے مختلف اوزان اور ارکان مختلف شکلوں میں کئی ایک شعرا کے ہاں موجود رہے ہیں۔ لیکن مجید امجد نے اس بحر کے ارکان کو مجتمع کر کے جس متنوع شکل میں برتا ہے وہ کسی ایک شاعر کے ہاں موجود نہیں ہے۔انھوں نے جس رنگارنگی، تنوع اور کثرت سے اس بحر کے مختلف اوزان کو برت کر جس آہنگ کو آزمایا ہے وہ انہیں سے مخصوص ہے۔

مگر دوسری طرف ڈاکٹر اسلم ضیا اس عروضی تجربے کو عربی ،فارسی عروض کی جکڑ بندیوں کے حوالے سے جائز نہیں سمجھتے ۔ان کے خیال میں:

''فعلن (فالن)فاعلن کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ ان کے ہجاؤں کی تعداد یکساں نہیں ہے اوّل الذّکر میں دو ہجائے بلند ہیں جبکہ موخرالزکر میں دو بلند اور ایک کوتاہ۔۔۔سوال یہ ہے کہ آیا عربی، فارسی عروض؟ متقارب اور متدارک کے زحافات کے خلط کی اجازت دیتا ہے؟ہرگز نہیں اس بحر کا پورا سانچہ بھرپور لچک کے ساتھ ہندی عروس میں موجود ہے تو پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اسے ہندی بحر کہیں۔''(۳۵)

کچھ اسی انداز کے اعتراضات تقی الدین انجم نے اپنے انٹرویو میں بھی کیے ہیں:

''ان کے ہاں ہندی بحر،غالبا پنجابی شاعری سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔ بہت سے الفاظ اردو تلفظ کے خلاف ہوتے، اعلانِ نون، تذکیروتانیث کی پروا نہیں کرتے تھے۔ارکان ِ مفاعیل کو گڈ مڈ کر جاتے، مصرعوں میں افتاں خیزاں کیفیت، نئی طرز کی نظموں میں روانی کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔''(۳۶)

آخری دور کی نظموں کے عروضی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مجیدامجد نے شعوری سطح پر بحرِ متقارب میں ایک سے زائد زحافات کے اجتماع کو استعمال کیا ہے۔ ان تجربات سے جو نکات سامنے آتے ہیں ان کے حوالے سے ڈاکٹر اسلم ضیا لکھتے ہیں کہ:

''اس سلسلے میں اگرہم امجد صاحب کی نظموں کی ساخت پر غور کریں تو مندرجہ ذیل شکل سامنے آتی ہیں:

(الف)چند مصرعے متدارک مخبون مسکن یعنی فالن فالن میں ہیں۔

(ب) بعض مصرعے متقارب اثرم((فاع فعولن) اور متقارب اثلم میں تقطیع ہوجاتے ہیں۔

(ج) متدارک اور متقارب کے زحافات کا خلط یعنی ایک ہی مصرع میں فاع فعولن بھی ہے اور فاعلن فعل، فعل فاعلن بھی۔''(۳۷)

مجید امجد نے اپنے کلام میں اس تجربے کو جائز قرار دیا ہے اس تجربے کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نئے شعری آہنگ کو دریافت کرنے اور اس آہنگ کو پختہ تر کرنے کے لیے اس انداز کے عروضی تجربات کرتے چلے گئے مگر اس توڑ پھوڑ کے باوجود ان کے یہاں خیال کا تسلسل اور گہرائی قائم رہتی ہے۔ان تجربات کو خاص مجید امجد سے منسوب کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں کہ:

''مجید امجد نے اس بحر کو خاص رعایتوں سے استعمال کیا ہے۔ اس میں اختراح بھی کی ہے۔بحرِ متقارب کی کم و بیش سات اشکال ہیں۔ مجید امجد ان ساتوں اشکال کے اجتماع کو جائز سمجھتے ہیں۔ جن اساتذہ نے اس بحرکو استعمال کیا ہے انھوں نے بھی مختلف زحافات کے اجتماع کو جائز

رکھا ہے مثلا میر تقی میر--ان رعایتوں کے لحاظ سے ان کی ان سب نظموں کی تقطیع ممکن ہے جن کی بحر متنازعہ ہےیہ مروجہ عروضی ساخت سے قدرے مختلف ضرور ہے لیکن اس قدر مختلف بھی نہیں کے اس کی پہچان اور تقطیع ناممکن ہوجائے ،بہرحال اس کے اس خاص انداز کے سبب میں اسے بحرِ امجد کا نام دیتا ہوں۔''(۳۸)

مجید امجد کے ان عروضی تجربات کے حوالے سے چند نظموں کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے:

(الف) نظم" باہر ایک دریا" کے چند مصرعے دیکھیں:

باہر اک دریا پیلی آنکھوں کا، لہراتا ہے — فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

آنکھیں جن میں پتوں کا پانی رِس رِس آتا ہے — فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن

ہم کو دیکھ کے — فعلن فاعلن

اب ایسے میں کس کس بوجھ کو سر سے جھٹکیں — فعلن فعلن فعلن فاع فعولن فعلن

دل میں نیکیاں دہل دہل جائیں اور اپنے گن ڈھارس نہ بنیں — فعلن فاعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فاع فعو

(''باہر اک دریا''،ص ٦٢٦)

(ب) نظم" ریڈیوپراک قیدی"ملاحظہ ہو:

ریڈیو پر ایک قیدی مجھ سے کہتا ہے
میں سلامت ہوں، سنتے ہو
میں زندہ ہوں
بھائی تو کس سے مخاطب ہے
ہم کب زندہ ہیں
ہم تو اپنی اس چمکیلی زندگی کے لیے تیری مقدس زندگی کا یوں سودا کرکے
کب کے مر بھی چکے

(صفحہ۲۲۸ ، کلیات مجید امجد، طبعِ نو)

نظم کا عروضی آہنگ کچھ یوں ہے:

فاعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن فاعلن فاعلن فعل فعولن فاعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعل

مندرجہ بالا مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مجید امجد نے ایک ہی لائن میں ایک سے زائد زحافات کو استعمال کیا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ زحافات اس کامیابی سے استعمال کیے گئے ہیں کہ نظم کا صوتی فکری اور عروضی نظام ایک خاص مزاج اور رنگ کا پتا دیتے ہیں ۔یقینا یہ اندازہ خود مجید امجد کی ذاتی ریاضت اور مسلسل غورو فکر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آخری دور کی تقریبا ہرنظم میں مجید امجد نے اس انداز کے عروضی تجربے کیے ہیں۔

مجید امجد کی شاعری میں ہونے والے ان عروضی تجربات سے قطعی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ کسی نءہ بحر یا نئے عروض کی دریافت کے خواہاں تھے اور نہ ہی کبھی ان کا یہ انداز رہا ہے البتہ ان کی تخلیقی شخصیت کی تغیر پسندی اور اظہار کے بے پناہ حسرت ان کو نئے پیرایوں کو اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے ۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نوازش علی کی یہ رائے صائب ہے:

''یہ نظمیں مجید امجد کے اپنے ذوقِ شعری کے مطابق قاری کے ذوقِ سماعت اور جو ذوقِ قرات کی تربیت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ ان نظموں میں موجود نئے نظمیہ آہنگ کے فہیم اور دلدادہ ہوئے بغیران کو روانی سے نہیں پڑھا جا سکتایہ نظمیں قاری سے ایک نئے ذوق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور اگر قاری اس نئے ذوقی مطالبے کو ماننے میں مزاحم ہو تو لفظوں کی قرات اس کے لیے ایک مسئلہ بن جاتی ہے۔''(۳۹)

مجید امجد کی اس تمام کاوش کا ماحصل دراصل روایتی شعری آہنگ میں تبدیلی اور ایک انفرادی

اور ذاتی آہنگ کی تخلیق تھا اس اعتبار سے ان کا کام کچھ ایسا آسان بھی نہیں تھا اور اور وہ اردو شاعری کے عمومی آہنگوں کے مقابل ایک نیا آہنگ وجود میں لانے کے لیے اپنے آخری زمانے کی نظموں سے پہلے کی تمام شاعری کو بھی داو پر لگا دیتے ہیں اور اس طرح وہ خود کو اور اپنی شاعری کو ایک امتحان میں ڈال دیتے ہیں۔

مجید امجد انفرادی تخلیقی آگاہی رکھنے والے شاعر ہیں وہ اعلی درجے کی فنکارانہ بصیرت و صلاحیت کے مالک تھے انفرادی تخلیقی آگاہی کو اپنے اظہار و بیان کے لیے انفرادی آہنگ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے مجیدامجد اپنی آزاد نظموں میں انفرادی آہنگ پیدا کرنے کے لیے زحافات کے آزادانہ استعمال کو جائز سمجھتے ہیں اس لیے ڈاکٹر محمد اسلم ضیا نے لکھا ہے اردو عروض کی تاریخ میں مجید امجد دوسرے عظمت اللہ خاں ہیں۔یوں تو تمام شاعری کے اپنے قارئین سے کچھ مطالبات ہوا کرتے ہیں ان مطالبات کو پورا نہ کرنے والے قارئین شاعری سے پورے طور پر محظوظ نہیں ہو سکتے جبکہ بڑی شاعری کے مطالبات بھی بڑے ہوتے ہیں اور اگر ایسی شاعری ظہور میں آئے جس میں انفرادیت یا انفرادی تخلیقی بصیرت بھی پورے طور پر موجود ہو تو ایسی شاعری کے مطالبات بھی قدرے بدلے ہوئے ہوتے ہیں قاری کو لگی بندھی صورتحال سے باہر نکلنے اور نئی شعری صورتحال کو قبول کرنے کے لیے اپنے ذوق اور اپنی جمالیاتی اقدار میں تبدیلی لانا پڑتی ہے اگرچہ یہ کام کچھ زیادہ سہل نہیں ہوتا۔

مجید امجد نے اپنی آزاد نظموں میں اس بات کی طرف خصوصی توجہ دی کے شاعری میں آج کی زبان کو کیسا ہونا چاہیے اور مستقبل میں اس کی زبان کیسی ہوگی لہذا وہ اپنی نظموں میں اپنی شاعرانہ زبان کو نثر کے انتہائی قریب لائے اور زبان کی آرائش و زیبائش اور تزئین کاری ان کے ہاں ثانوی حیثیت اختیار کر گئی انھوں نے اپنی شاعری میں ایک نئی زبان ایجاد کی اور اپنی شعری آہنگ کو بھی نثری آہنگ کے قریب ترکیا لیکن فنی مہارتوں اور عروض و اوزان کے معاملات کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا لیکن کیا کیجئے اس آہنگ میں جو کہ نثر کے بہت قریب واقع ہوا ہے ان کی آزاد نظموں کو دلجمعی سے یا ٹک کر مطالعہ کرنا دشوار ہو گیا ہے یہ شاعری بہت سنجیدہ اور مشکل واقع ہوئی ہے لیکن یہ مسئلہ بنیادی نہیں ہے بلکہ بنیادی مسئلہ یہ ہے جس کی طرف ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے بھی اشارہ کیا ہے کہ بے شمار ناقدین ایسے ہیں جنہیں آج بھی یہ نظم آہنگ کے ساتھ پڑھنے میں دقت محسوس ہوتی ہیں مجید امجد کی نظمیں ان کے بعض بڑے بڑے مداحین کو بھی مشکل میں ڈالے ہوئے ہیں بار بار پڑھنے کے باوجود کئی ماہر عروضیوں کو بھی ان میں دقتوں کا احساس ہوتاہے ہے وہ بنیادی مسئلہ جس سے قاری دوچار ہوتا ہے ان نظموں کو قرات کے حوالے سے عام قاری تو ایک طرف رہا انتہائی باذوق اور سنجیدہ قارئین بھی اس شاعری کے مطالبات کو پورا کرنے میں بہت سی دشواریوں کا شکار ہوجاتے ہیں مستقبل میں کیا یہ شاعری قارئین کی سماعتوں میں تبدیلی لا کر رچنے بسنے کی صلاحیت حاصل کر پائے گی یہ سوال اپنی جگہ اہم سہی لیکن فی الحال تو مظفر علی سید جیسے صاحب مطالعہ سنجیدہ اور باذوق قاری کو بھی یہ شاعری ہموار محسوس نہیں ہوتی اور ان کے بقول پڑھنے والے کو جابجا ٹھوکرینلگتی ہیں ۔تو پھرتو پھر عام قارئین کو کن دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہونا چاہیے ۔ یقینایہ شاعری مستقل مزاجی سے مطالعے کا تقاضا کرتی ہے۔یہ نظمیں سرسری طور پر پڑھنے کی چیز نہیں ہیں۔

نئے آہنگ کی تلاش میں مجیدامجد نے جس بحر کو تبدیلی سمیت آزمایا ہے وہ اپنی ساخت کے اعتبار سے پیچیدہ بحر ہے لیکن اس کی پیچیدگی کی اپنی ایک آسانی بھی ہے کہ اس میں نثر کے انتہائی قریب رہ کر مصرعیموزوں کیے جا سکتے ہیں اس نظم میں ایک خاص طرح کا نظمیہ آہنگ برقرار رکھتے ہوئے مصرے نثری ترتیب کے قریب رکھے جاسکتے ہیں اس بحر سے مجید امجد نے ایک بنیادی تاثر یہ ابھارا ہے کہ جیسے کوئی بزرگ دانا شخص دھیرے دھیرے ہموزن قدم بڑھاتا ہوا ایک خاص اسلوب و آہنگ میں چل رہا ہو اور اس اسلوب و آہنگ کی اوٹ سے اردگرد پھیلی ہوئی عارضی

زندگی پر غور و فکر کر رہا ہو اور اس کی بے ترتیبی کو کسی کائناتی نظام ترتیب میں پرو رہا ہو۔
مجید امجد نے عمر بھر کی شعری ریاضت کے بعد اس انداز کو اپنایا لیکن مصرعوں کی نثری ترتیب کے قریب لکھی ہوئی ان آزاد نظموں کو بعض ناقدین نینثری نظمیں سمجھا جیسا کہ نظیر صدیقی نے لکھا کہ انھوں نے آزاد نظم سے زیادہ نثری نظمیں لکھیں۔لیکن بہرحال یہ نثری نظمیں ہرگز نہیں ہیں اگرچہ نثری نظم کے شعرا اپنے دفا ع میں مجید امجد کی نظموں کو پیش کرکے اپنی نظموں کے لیے جواز مہیا کرتے رہے ہیں لیکن اس سے یہ بات واضح ہے کہ وہ ان نظموں میں اختیار کردہ بحر کو سمجھنے کی صلاحیت سے عاری تھے بصورت دیگر وہ انھیں نثری نظم کہنے سے احتراز برتتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ نظموں کے مصرعے نثری ترتیب کے قریب ہیں۔

<u>نتائج</u>

مجید امجد ایک نیا وژن اور نیا انداز لے کر آگے بڑھے۔پرانے سانچوں اور شکلوں میں تخلیقی تجربات کے بعد انھوں نے نظم کی نئی شکلوں میں طبع آزمائی کی۔انھوں نے بحروں کے برتاؤ میں ہندی اور پنجابی کا تتبع کیا ہے۔ان کی نظموں کے عروضی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شعری مزاج بحر متقارب سے ہم آہنگ ہے۔ اگرچہ اس بحر میں عظمت اللہ خان نے بھی تجربات کیے اور متقارب کے ساتھ متدارک کے مقطوع ارکان کا استعمال کیا مگر مجید امجد نے جس انداز سے اس بحر کو برتا ہے وہ انہی کا حصہ ہے ۔ان کی آخری نظمیں اسی بحر میں ہیں اور اسی بحر میں ان کی تقطیع مختلف اور متنوع زحافات کے ساتھ ممکن ہے۔انھوں نے بحرِ متقارب اثلم، اشرم اور مقبوض اثلم کو جمع کیا ہے۔اور بعض جگہ بحرِ متدارک کا رکن فاعلن بھی استعمال کیا ہے ۔ان رعایتوں کے لحاظ سے ان کی ان سب متنازعہ نظموں کی تقطیع ممکن ہے ۔مذکورہ بحر کے ارکان کو زحافات کے ساتھ تصدق حسین خالد نے بھی استعمال کیا تھا، جو زیرِ نظر مقالہ کے باب "تصدق حسین خالد کی نظموں کا عروضی مطالعہ" میں دیکھا جا سکتا ہے۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجید امجد نے ان زحافات کا استعمال تصدق حسین خالدکی نسبت زیادہ کیا ہے۔"شب رفتہ" کی چوبیس اور" شب رفتہ کے بعد" کی نواسی نظمیں بحرمتقارب میں ہینمزید برآں آخری دورِ شاعری کی وہ نظمیں جو بغیر عنوانات کے ہیں وہ بھی اسی بحر میں ہیں گویا یہ مجید امجد کی مرغوب ترین بحر ہے ۔مجید امجد کا اورعروضی آہنگ بحر متقارب سے متشکل ہے اور اسی بحر میں اظہار پاتا ہیانھیں اس بحر کے استعمال میں بڑی مہارت حاصل ہے۔ امجد نے اس بحر کو خاص رعایتوں سے استعمال کیا۔ بحرمتقارب کی کم و بیش سات اشکال ہیں مجید امجد ان ساتوں اشکال کے اجتماع کو جائز سمجھتے ہوئیاس میں نظمیں لکھیں، میں سمجھتا ہوں ان کے اجتہادی رویے نے ان تجربات کو روا رکھا اور آخری دور کی نظموں کے مطالعہ کے بعد اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دراصل ایک شعری آہنگ کی تلاش میں تھے جس کی خاطر انھوں نے عروضی پابندیوں کوتوڑا ۔اگر اس بحر کے زحافات و تغیرات کی گنجائش سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے تو اس بحر کی رفتار مزید سست ہوجاتی ہے مجید امجد نے اس بحر کی رفتار کو سست بنانے کی شعوری کوشش کی ہے کیونکہ وہ مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں ۔وہ سمجھتے ہیں کہ زیادہ رواں دواں آہنگ والی بحر کی سحر آفرینی نظم کی اصل مضمون پر غالب آ جاتی ہے اور قاری کا دھیان غنائیت کی طرف چلا جاتا ہے۔اگر آخری دور کی نظموں کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مجید امجد نے آزاد نظموں میں ایک دوسرے کے انتہائی قریب کی دو بحروں کے زحافات کو ملانے کی ہمت دکھائی تاکہ ایک نیا آہنگ پیدا کیا جاسکے یہ دونوں بحریں انتہائی قریب کی اس لیے ہیں کہ بحرِ متقارب ہی سے ابوالحسن اخفش نے بحر متدارک نکالی تھی ۔

مجید امجد نے زحافات کا زیادہ استعمال کرتے ہوئے تھوڑی بہت آزادی اختیار کی ، دیکھا جائے تو بحر کی زحافاتی شکلوں کے استعمال کی بدولت وہ اپنی آخری دور کی نظموں میں آزادانہ طور پر سانس لیتے نظر آتے ہیں اور مزید آزادیوں کی طرف پیش قدمی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مقصد میں آسانی کا سبب ان کے باطن میں موجود موسیقیت اور اوزان کے ارکان کی تفہیم یا سمجھ بوجھ تھی جس

کی بدولت انھوں نے فعلن فعلن کے ساتھ فاعلن کے رکن کوبھی برتا ہے انھوں نے اپنی نظموں میں دو بحروں، متقارب اور اس سے نکلی ہوئی بحر متدارک کے زحافات کے آزادانہ ملاپ کے وسیلے سے مروج عروضی سانچے کے قریب رہتے ہوئے اسے توڑ کرایک نئے عروضی پیمانے کو آزمانے کی کوشش کی اور زحافات اپنے وضع کردہ اصول کے تحت استعمال کرکے اپنی نظموں کے لیے ایک نئے آہنگ کو استوار کیا ۔

حوالہ جات

۱۔ مجید امجد کا عروضی آہنگ ، **ماہِ نو**، ص۱۸
۲۔ ایضاً
۳۔ **مجید امجد تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**،۲۰۱۴ء ،ص۳۹۴
۴۔ مجید امجد، **خط بنام شعری صاحب**، مملوکہ پروفیسر تقی الدین انجم
۵۔ مجید امجد اور آزاد نظم، مشمولہ؛ **چند اہم جدید شاعر**،ص۱۵۸
۶۔ **مجید امجد تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**،۲۰۱۴ء، ص ۳۹۴
۷۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا ، **علم عروض اور اردو شاعری**، ص ۲۵، ۲۶
۸۔ **چراغِ سخن**،ص۹۴۔95
۹۔ مجید امجد سے باتیں،(انٹرویو) ، مشمولہ؛ **چند اہم جدید شاعر**، ص۱۶۷
۱۰۔ **مجید امجد تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**،ص ۳۹۵
۱۱۔ **علم عروض اور اردو شاعری**، ص ۳۹۲
۱۲۔ **مجید امجد تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**، ص ۳۹۷
۱۳۔ مجید امجد سے باتیں، (انٹرویو) ، مشمولہ؛ **چند اہم جدید شاعر**، ص ۳۹۲
۱۴۔ ایضا، ص ۱۶۸
۱۵۔ **علم عروض اور اردو شاعری**، ص۳۹۲
۱۶۔ **مجید امجد تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**
۱۷۔ **مجید امجد کے ہاں ہیئتوں کا مطالعہ**، ترتیب، افضال احمد نور، مشمولہ ؛ماہنامہ **محفل**،ص ۸۰۔ ۸۱
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ مجید امجد، خط بنام شیر محمد شعری، مشمولہ؛ **جہانِ مجید امجد**،از ڈاکٹر محمد اسلم ضیا،ص۱۱۲
۱۰۔ مظفر علی سید، مجید امجد بے نشانی کا جہاں، مشمولہ؛ **نقوش**، ص ۲۹۵
۲۱۔ **کلیات مجید امجد**، ص ۳۳۹
۲۲۔ ڈاکٹر نوازش علی، مجید امجد کا تصورِ ہیئت، روایتی ہیئتیں اور ہیئتی تجربات، مضمون، مشمولہ ؛کتابی سلسلہ **عبارت**، ص ۱۸۷
۲۳۔ مجید امجد سے ایک انٹرویو، مشمولہ؛ **گلاب کے پھول**، ص۳۳
۲۴۔ ایضا
۲۵۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا ، **علم عروض اور اردو شاعری**، ص ۳۹۱
۲۶۔ ایضا ص ۳۹۳
۲۷۔ مجید امجد۔ **حیات و کائنات**، غیر مطبوعہ، مملوکہ ن۔ع
۲۸۔ مجید امجد، خط بنام شیر محمد شعری، مشمولہ؛ **جہان مجید امجد**، از ڈاکٹر محمد اسلم ضیا، ص۱۱۶
۲۹۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، مجید امجد اور آزاد نظم، مشمولہ؛ **چند اہم جدید شاعر**، ص ۱۵۸
۳۰۔ مکتوب بنام شیر محمد شعری،مرقومہ یکم دسمبر ۱، مملوکہ تقی الدین انجم،بحوالہ ڈاکٹڑ محمد اسلم ضیا،علم عروض اردو شاعری،ص۳۹۱
۳۱۔ مجید امجد، **شاعر حیات و کائنات**، غیر مطبوعہ، مملوکہ ن۔ع
۳۲۔ مجید امجد کا عروضی آہنگ، مشمولہ؛ **ماہ نو**، ص۱۹
۳۳۔ ایضا ص ۱۸
۳۴۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، مجید امجد سے باتیں، انٹرویو، مشمولہ؛ **چند اہم جدید شاعر**، ص۱۶۸
۳۵۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا ، ص ، ۳۹۲،۳۹۳
۳۶۔ مجید امجد اور تقی الدین انجم، ایک انٹرویواز ڈاکٹر محمد اسلم ضیا،بمقام جھنگ، بتاریخ مئی ۱۹۸۲ء، نظر ثانی اپریل ۲۰۰۰ء ، مشمولہ سہ ماہی **صحیفہ**، شمارہ۱۶۴ ، لاہور، مجلس ترقی ادب، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء

۳۷۔ ڈاکٹر محمد اسلم ضیا، ص ۳۹۲
۳۸۔ ڈاکٹر محمد امین، **توجیہہ**، ص ٦١۔ ٦٢
۳۹۔ مجید امجد کا تصورِ ہیئت،، مشمولہ؛ کتابی سلسلہ **عبارت**، ص ۱۹۰